عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY — KHATM-E-NUBUWWAT — KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد نمبر ۱۵ | ۱۹ تا ۲۵ جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ بمطابق یکم تا ۷ نومبر ۱۹۹۶ء | شمارہ نمبر ۲۳

ختم نبوت کانفرنس کراچی

ایک سنگِ میل

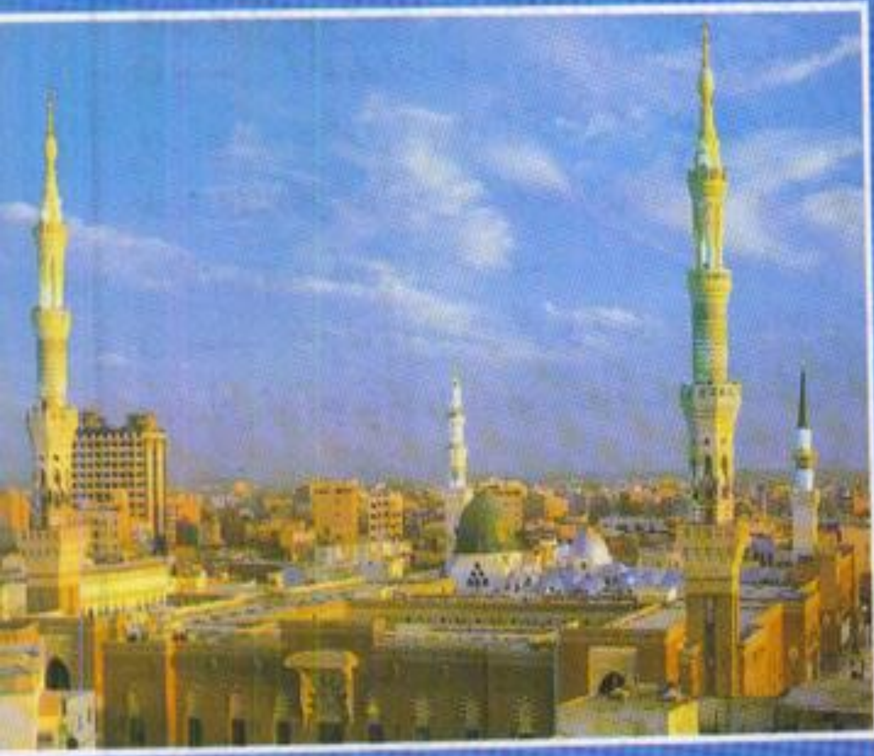

قادیانیوں کی شرانگیزی

مجلس تحفظ ختم نبوت نے ناکام بنادی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انسانی زندگی کی اعلیٰ اقدار

قیمت: ۵ روپے

ایک ضروری اعلان وخوشخبری

ماہنامہ "لولاک" کا مرکزی دفتر ملتان سے اجراء

○ ----- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی راہنما حضرت مولانا تاج محمود صاحب مرحوم نے آج سے پینتیس سال قبل ہفتہ وار لولاک کا فیصل آباد سے اجراء فرمایا تھا اور عرصہ بیس' پچیس سال خون دل سے اس کی آبیاری فرماتے رہے۔ ایک زمانہ میں رد قادیانیت کے ضمن میں ہفتہ وار لولاک کو ایک تاریخی مقام حاصل تھا۔ آپ نے لولاک کو عالمی مجلس کا ترجمان بنادیا تھا۔ اس زمانہ میں قادیانیت کے خلاف کام کرنا جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف تھا۔

○ ----- آپ کی خدمات کے بعد آپ کے صاحبزادے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما حضرت صاحبزادہ طارق محمود صاحب مدظلہ نے اپنے گرامی قدر والد مرحوم کی روایات کو زندہ رکھا اور ہفتہ وار لولاک مثالی خدمات انجام دیتا رہا۔

○ —— گزشتہ کچھ عرصہ سے لولاک کی اشاعت میں تعطل پیدا ہوگیا تھا' جس کا ملکی و جماعتی حلقہ میں بہت اثر لیا گیا۔ جبکہ عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان سے ایک ترجمان شائع کیا جائے۔ ہفتہ وار لولاک فیصل آباد' ہفتہ وار ختم نبوت کراچی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دونوں ترجمانوں نے جو مثالی و سنہری خدمات سرانجام دی ہیں وہ تاریخ کا ایک حصہ ہے۔

○ ----- محرم ۱۴۱۷ھ میں عالمی مجلس کی مرکزی شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ملتان میں متفقہ طور پر طے ہوا کہ ہفتہ وار لولاک فیصل آباد کو بجائے ہفتہ وار کے ماہنامہ کردیا جائے اور بجائے فیصل آباد کے مرکزی دفتر ملتان سے شائع کیا جائے۔

○ —— حسب سابق اس کے مدیر حضرت صاحبزادہ طارق محمود صاحب ہوں گے۔ اور اس کے جملہ انتظامات' آمد و صرف کی ذمہ داری دفتر مرکزیہ کی ہوگی۔

○ ----- عالمی مجلس کے اس فیصلہ کا مبلغین حضرات و جماعتی رفقاء نے بھرپور خیر مقدم کیا ہے اور ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر اسے کامیاب بنانے کے لئے اپنی خدمات پیش کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔

○ —— فیصل آباد سے ملتان لانے کے لئے چند قانونی دشواریاں ہیں۔ جونہی وہ دور ہوئیں ان شاء اللہ العزیز اسے دفتر مرکزیہ سے شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز۔

○ ----- تمام دینی حلقہ اور ختم نبوت کے مشن سے وابستہ حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اس امر خیر دعاء فرمائیں۔ اللہ رب العزت محض اپنے فضل و احسان سے اسے شروع کرنے کی توفیق ارزاں فرمائیں۔ پرچہ کن خصوصیات کا حامل ہوگا۔ زرمبادلہ' ضخامت' مضامین کی ترتیب و پالیسی اور دیگر امور کی تفصیلات طے کی جارہی ہیں۔ جنہیں عنقریب آپ کے سامنے پیش کردیا جائے گا۔

وما توفیقی الا باللہ' علیہ توکلت والیہ انیب

رابطے کا پتہ

(حضرت مولانا) عزیز الرحمان جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ۔ ملتان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATME NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوة

جلد نمبر ۱۵
شمارہ نمبر ۲۲

۱۹ تا ۲۵ جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ
بمطابق یکم تا ۷ نومبر ۱۹۹۶ء

REGD. NO. SS-160

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمٰن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمان جالندھری ○ مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر ○ مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد جمیل خان ○ مولانا سعید احمد جلالپوری

مدیر
محمد اشرف کھوکھر

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

ٹائیٹل و تزئین
ارشد دوست محمد — محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

کوئٹہ میں قادیانیوں کی شرانگیزی ۳
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انسانی زندگی کی اقدار ۶
مرزا غلام احمد قادیانی کا مقدمہ ۱۳
رواداری اور دینی غیرت ۱۷
حیات و نزول عیسیٰ مسیح علیہ السلام ۲۲
اخبار ختم نبوت ۲۵

قیمت ۵ روپے

بیرون ملک چندہ
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۱۰۰ ڈالر امریکی ○ یورپ اور افریقہ ۷۰ ڈالر امریکی
○ متحدہ عرب امارات و انڈیا ۶۰ ڈالر امریکی
چیک ، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت حبیب بینک پرانی نمائش نمبر ۷-۴۸۷
کراچی پاکستان ارسال کریں

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۲۵۰ روپے
ششماہی ۱۲۵ روپے
سہ ماہی ۶۵ روپے

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون 514122 583486
فیکس 542277

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون 7780337 فیکس 7780340

LONDON OFFICE
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 0171 -737-8199.

پبلشر: عبدالرحمٰن باوا — طابع: سید شاہد حسن — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — مقام اشاعت: ۱۰۰ ابیز ریٹہ لائن کراچی

کوئٹہ میں قادیانیوں کی شرانگیزی.........عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ناکام بنادی

قومی اسمبلی سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے ترمیمی بل کے باوجود قادیانیوں کی شرانگیزی جاری تھی اور وہ ملک میں جگہ جگہ مساجد کے نام پر اپنی کفریہ عبادت گاہیں قائم کرتے تھے اور جگہ جگہ جلسے منعقد کرکے مسلمانوں کو مشتعل کرتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس سلسلے میں ۱۹۸۴ء میں امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی' نائب امیر مرکزیہ حضرت مفتی احمد الرحمان رحمتہ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ مولانا محمد شریف جالندھری رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں مارشل لاء دور میں تحریک چلائی اور خدا کے فضل و کرم سے امتناع قادیانیت آرڈیننس کا اجراء ہوا اور ایک حد تک قانونی طور پر قادیانیوں کی شرانگیزی روکنے کا امکان پیدا ہوگیا۔ قادیانیوں نے عبادت گاہوں کے قیام اور شعائر اسلام استعمال کرنے اور ربوہ اور دیگر مقامات پر جلسوں اور سالانہ اجتماعات کے انعقاد کے لئے سپریم کورٹ سے رجوع کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے سپریم کورٹ میں مقدمہ کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے موقف کو فتح حاصل ہوئی اور سپریم کورٹ نے تمام اپیلوں کے سلسلے میں فیصلہ جاری کیا کہ قادیانی مسلمانوں کی طرح عبادت گاہیں قائم نہیں کرسکتے۔ شعائر اسلام استعمال نہیں کرسکتے اور سالانہ اجتماعات منعقد نہیں کرسکتے اس فیصلے کی روشنی میں سب سے پہلے کوئٹہ شہر میں قادیانیوں کی گرفتاری عمل میں آئی جبکہ قادیانی کلمہ طیبہ کا لیبل لگا کر کلمہ طیبہ کی توہین کرکے مسلمانوں کو مشتعل کررہے تھے۔ اس گرفتاری کے بعد مقدمہ ہوا اور سزا ہوئی۔ مسلمانان کوئٹہ کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت مجرمین توہین رسالت کو سزا دی گئی۔ ربوہ میں سالانہ اجتماعات پر پابندی لگی اور ملک کے کئی حصوں میں قادیانیوں کی مساجد کی شکل میں قائم عبادت گاہیں ختم کی گئیں۔ کوئٹہ شہر میں قادیانی اجتماع کرتے تھے اور عبادت گاہ مسجد کی شکل میں قائم کررکھی تھی۔ اس پر پابندی عائد کی گئی' موجودہ حکومت کے غیر شرعی دور میں قادیانیوں نے پھر پر نکالنے شروع کئے اور سب سے پہلے آٹھویں ترمیم کو ختم کرنے کی آڑ میں قادیانیت کے سلسلے کی ترمیم اور دیگر اسلامی دفعات کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میدان عمل میں آئی اور واضح اعلان کیا کہ آئین کی اسلامی دفعات خصوصاً" قادیانیت کے متعلق ترمیم کو چھیڑنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ جمعیت علمائے اسلام کے قائد مولانا فضل الرحمان نے حکومت پر دباؤ ڈالا اس طرح حکومت اور اپوزیشن میں اتفاق رائے کے باوجود اٹھویں ترمیم کے سلسلے میں گربڑ کرنے کی کوشش ناکام بنادی گئی اور یوں قادیانیوں کا ناپاک منصوبہ ناکام ہوگیا۔ موجودہ حکومت کی ڈھیل کے پیش نظر قادیانیوں نے ملک میں دوبارہ شرارت کرنے کی کوششیں شروع کیں۔ ربوہ کے سالانہ اجتماع کے انعقاد کی کوشش کی گئی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس کو ناکام بنادیا۔ کراچی کے مختلف علاقوں میں قرآنی آیات اور کلمہ طیبہ لگا کر شعائر اسلام کے توہین کی کوشش کی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب کی پرامن قانونی کوششوں سے یہ حربہ بھی ناکام ہوگیا اور مسلمانوں نے مشتعل ہوئے بغیر قانونی طریقہ کار سے اس پر قابو پایا۔ گذشتہ دنوں کوئٹہ شہر میں فاطمہ جناح روڈ پر قائم قادیانیوں کی عبادت گاہ جو ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے اجراء کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے مطالبہ کے بعد قانونی طور پر بند کی گئی تھی قادیانیوں نے دوبارہ کھلوانے کی کوشش کی اور اسی عبادت گاہ کے قریب اپنے سالانہ جلسے کا بھی اعلان کردیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس سلسلے میں حکومت سے رابطہ قائم کیا اور فوری طور پر مجلس عمل اور جمعیت علمائے اسلام کے تعاون سے اس کے خلاف تحریک کا اعلان کردیا گیا قانونی اور سیاسی دباؤ دونوں صورتیں اختیار کی گئیں۔ قادیانیوں نے جو دعوت نامہ جاری کیا تھا اس میں مرزا غلام احمد قادیانی کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے واضح اعلان کردیا کہ اگر عبادت گاہ

کھولی گئی یا جلسے کی اجازت دی گئی تو مجلس تحفظ ختم نبوت کسی بھی انتہائی اقدام سے گریز نہیں کرے گی اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہر قسم کی قربانی دی جائے گی۔ اللہ رب العزت نے فضل کا معاملہ فرمایا اور حکومت بلوچستان نے محسوس کیا کہ اگر قادیانیوں کو جلسے کی اجازت دی گئی تو بہت زیادہ خون خرابہ ہوگا۔ آخر کار انتظامیہ نے گھٹنے ٹیک دیئے اور قادیانیوں کی عبادت گاہ بھی سیل کردی اور جلسے پر بھی پابندی عائد کردی۔ اس عظیم کامیابی پر عالمی مجلس تحفظ کے تمام کارکنان نے رب کائنات کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عقیدہ ختم نبوت کو عظمت عطا فرمائی۔ حکومت پاکستان کو چاہئے کہ بلوچستان حکومت کے اس اقدام کی تقلید میں پورے ملک میں قادیانیوں کی مساجد کی شکل میں قائم عبادت گاہیں سیل کرے اور قادیانیوں کو آئین کا پابند بنائے۔

ختم نبوت کانفرنس کراچی .... ایک سنگ میل

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے تحت ۲۵ر اکتوبر بروز جمعہ دفتر ختم نبوت کے سامنے عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خواجگان خان محمد صاحب زید مجدہم نے فرمائی' حضرت اقدس حکیم العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم نے خصوصی تقریر فرمائی۔ جمعیت علمائے اسلام کے قائد مولانا فضل الرحمان' مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ' مولانا محمد اسعد تھانوی اور دیگر علمائے کرام نے تفصیل سے عقیدہ ختم نبوت اور قادیانیت کی شرانگیزیوں پر روشنی ڈالی۔ واضح رہے کہ کراچی میں قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں نے پھر مسلمان کو مضطرب کیا ہوا تھا۔ کانفرنس کے انعقاد سے ان مسلمانوں کے دلوں کو تقویت پہنچی توقع ہے کہ انشاء اللہ کانفرنس کے مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔ کانفرنس کی تفصیلی رپورٹ آئندہ شمارہ میں شائع کی جائے گی۔ کراچی میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور رد قادیانیت کے سلسلے میں انشاء اللہ یہ کانفرنس سنگ میل ثابت ہوگی۔

جانشین شیخ الاسلام مولانا محمد اسعد مدنی سے اظہار تشکر

قدوۃ السالکین' امام المجاہدین شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ نور اللہ مرقدہ کے جانشین۔ جمعیت علماء ہند کے سربراہ' شیخ طریقت مولانا سید محمد اسعد مدنی گذشتہ دنوں پندرھویں ختم نبوت کانفرنس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر حضرت اقدس مرشد العلماء مولانا محمد یوسف لدھیانوی زید مجدہم کی خصوصی دعوت پر پاکستان تشریف لائے۔ آپ نے ربوہ کانفرنس میں شرکت کے علاوہ ایک ہفتہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو میزبانی کا شرف عطا فرمایا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کراچی دفتر اور مرکزی دفتر کا خصوصی طور پر دورہ فرمایا اور مجلس کے تحت کراچی اور ملتان میں علمائے کرام سے خصوصی خطاب فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ المشائخ مولانا خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم' نائب امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی زید مجدہم' ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمان جالندھری اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک ایک مبلغ اور قافلہ امیر شریعت کے ایک ایک رضاکار نے جس خوشی کا اظہار کیا اور جس طرح اس کو اپنے لئے نعمت تصور کیا اور بقول حضرت لدھیانوی صاحب۔ ہم آپ کی شکل میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کررہے ہیں۔ اور آپ کی آمد سے ہم غلاموں کی عزت میں اضافہ ہوا ایک طرح سے عملی تشکر کا اظہار ہے اور جس عقیدہ و محبت سے آپ کے خطابات کے ایک ایک لفظ کو اپنے قلوب میں سمویا وہ حضرت مولانا محمد اسعد مدنی کی خدمت میں خراج تحسین ہے۔ حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نے جس محبت و شفقت سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت فرمائی اور جس خصوصی اور تعلق کا اظہار کرتے ہوئے کارکنان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو نصیحتیں فرمائیں اور جس طرح مختلف مواقع پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے مقبولیت اور مزید توفیق کی دعا فرمائی وہ قافلہ امیر شریعتؒ کے ایک ایک کارکن کے لئے ذخیرہ آخرت اور سرمایہ دیتا ہے۔ ہم کارکنان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت' جانثاران ختم نبوت' رضاکاران قافلہ امیر شریعت حضرت مولانا محمد اسعد مدنی صاحب کے شکرگذار ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا اسعد

باقی صفحہ ۲۱ پر

ڈاکٹر پروفیسر ولی محمد
خواجہ فرید کالج رحیم یار خان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انسانی زندگی کی اقدار

اقدار کا مفہوم ؛ اقدار "قدر کی جمع ہے" "قدر" عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنے ہیں۔ مبلغ الشئی' الطاقۃ' القوۃ' الحرمۃ' الوقار' (المنجد) لسان العرب والے نے آیت "وما قدروالله حق قدرہ" (سورۃ الحزاب) کا ایک ترجمہ یہ بھی کیا ہے "وما وصفوا الله حق صفتہ" یعنی انہوں نے اللہ کی توصیف و ثناء ایسی نہیں کی جیسا کہ اس کی صفت بیان کرنے کا حق تھا' اس سے معلوم ہوا کہ قدر .بمعے صفت بھی عربی میں استعمال ہے' اور جب ہم انسانی زندگی کی اقدار یا اخلاقی قدریں وغیرہ الفاظ استعمال کرتے ہیں تو اس وقت یہی معنے پیش نظر ہوتے ہیں۔ گویا انسانی اقدار کے معنے ہیں ایسی صفات جو انسان کو جانوروں سے ممتاز کرتی ہے۔

انسان اہل منطق کی تعریف کے آئینے میں ؛ اہل منطق نے انسان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے "الانسان حیوان ناطق" (انسان ایک بولنے والا جانور ہے) اور گدھے کی تعریف وہ یوں کرتے ہیں "الحمار حیوان ناهق" (گدھا ایک ہینگنے والا جانور ہے) گویا منطقیوں کی تعریف کے لحاظ سے انسان اور گدھے میں فرق یہ ہے کہ وہ باتیں کرتا ہے اور یہ ہینگتا ہے' باقی صفات میں دونوں کے مابین قدر مشترک حاصل ہے' مثلاً کھانا پینا' دکھ سکھ' سہنا تکمیل خواہشات کے لئے متحریک ہونا وغیرہ اور ان کی یہ تعریف کچھ غلط بھی نہیں کیونکہ انہوں نے جو ماحول پایا اس میں ان کے گردوپیش ایسے ہی انسان پائے جاتے تھے جو باتیں بنانے کے علاوہ کسی اور بات میں جانوروں سے مختلف نہیں تھے۔ اور اگر ہم آج اپنے گردوپیش کو دیکھیں تو منطقیوں کی یہ لغو اور بے معنے بات صداقت کا جامہ پہنے دکھائی دیتی ہے مثلاً" اقوام متحدہ کو دیکھ لیجئے۔ اس کا منشور برائے امن' حریت حقوق انسانیت اور بقائے باہمی وغیرہ انسان کے ناطق ہونے کی دلیل ہے لیکن کمزور قوموں کے بارے میں طرز عمل' ہندوستان اور پاکستان کے مابین سپر طاقتوں کا امتیازی سلوک عربوں کے مقابلے میں اسرائیلی درندگی کی پشت پناہی اور تحفظ' کشمیر' فلسطین لبنان' سری لنکا اور جنوبی افریقہ و جنوبی امریکہ کی کمزور ریاستوں کے بارے میں ان کا رویہ وغیرہ امور انسان کے حیوان ہونے کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ گویا آج بھی منطقی تعریف کے .بمصداق انسان حیوان ناطق ہی ہے اور بس! مزید برآں جب ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھتے ہیں تو ایسے لگتا ہے جیسے ہماری کتاب سیرت کے سرورق پر جلی حروف میں لکھا ہو۔

الانسان حیوان ناطق

مقام آدمیت خالق انسان کی نظر میں ؛ رب العالمین خالق جن و انس کا فرماتا ہے کہ ":

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" (التین ۴) ترجمہ (یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو خوبصورت ترین سانچے میں پیدا کیا ہے) اور فرمایا "ولقد کرمنا بنی آدم و حملنا هم فی البر و البحر و رزقنا هم من الطیبات و فضلنا هم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا" (بنی اسرائیل ۷۰) ترجمہ (ہم نے بنی آدم کو مکرم و محترم بنایا اور بحر و بر میں انہیں سواریاں عطا کیں اور عقل و شعور والی بہت سی مخلوقات پر انہیں بے حد فضیلت بخشی) ان آیات سے معلوم ہوا کہ انسان نرا حیوان ناطق نہیں ہے بلکہ اپنی فطرت میں نہایت اعلیٰ صفات کا حامل ہے اور فطرتاً" نہایت نفیس مزاج اور پاکیزہ ذوق لے کر پیدا ہوا ہے۔

انسان کی فطری کمزوریاں ؛ اعلے صفات کے ساتھ انسان کی فطرت میں کچھ کمزوریاں بھی ہیں جو عام حالات میں اس کے عقل و شعور پر غالب آجاتی ہیں اور اسے اپنی اعلے فطری صفات کے ادراک سے محروم کر دیتی ہیں ان کمزوریوں کو منبع خواہشات نفس ہیں جبکہ اعلے صفات کا منبع عقل و شعور ہے۔ اور عقل خواہش نفس سے قوی تر ہے لیکن خواہش نفس کے دامن میں لطف و لذت اور تسکین جذبات و تکمیل آرزو کے رنگارنگ سامان ہیں جس کے مقابلہ میں نفع و ضرر کے دلائل کی وہ زنبیل جو عقل اٹھائے پھرتی ہے کارآمد ثابت نہیں ہوتی۔ انجام کار عقل ہار جاتی ہے اور خواہش نفس کی غلامی کا قلادہ پہن لیتی ہے' آخر کار

خواہش نفس کی ہوس کاریاں ہی انسانیت کی معراج بن کے رہ جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ "ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس" (روم ۴۱) ترجمہ (لوگوں کی کارستانیوں کی بدولت برو بحر میں فساد ابھر آیا ہے) جس کے بعد حیوان ناطق کی درندگی دوسرے تمام درندوں کو مات کر جاتی ہے اور حیات انسانی گوارہ یہ کرہ ارضی فساد کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

انسانی زندگی کے اعلےٰ اقدار : اللہ تعالیٰ نے سورہ "والتین" میں اسی حقیقت کو آشکار فرمایا ہے کہ انسانی فطرت کی ساخت نہایت خوبصورت سانچے میں ہوئی ہے اور اس پر ثبوت کے لئے "تین و زیتون" کو "طور سینا" کو "بلد امین" یعنی مکہ مکرمہ کو بطور گواہ اور دلیل کے پیش فرمایا ہے کیونکہ "تین اور زیتون" سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش ہے اور طور سینا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب العالمین سے ہمکلامی کی شرفیابی کا شاہد ہے اور مکہ مکرمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پاکیزہ تر بیٹے کے قدوم میمنت لزوم کا صدقہ ہے اس دلیل سے اس حقیقت پر آگاہ کرنا مقصود ہے کہ مقام انسانیت دراصل اس فضیلت مآبی کا نام ہے جس کی آئینہ دار ہیں حضرت عیسیٰ' حضرت موسیٰ' حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسی بابرکت و برگزیدہ ہستیوں کی ذات ہائے والا صفات اور یہ کہ اگر انسان اعلےٰ اقدار و صفات سے متصف ہو جیسا کہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے تو انسان رحمتوں اور برکتوں کا منبع ہے ورنہ یہ درندوں کا بدترین درندہ ہے اور یہ کہ اعلےٰ اقدار کو دوسری صفات سے ممتاز کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کی سیرت اور ان کا اسوہ و عمل ہی واحد معیار ہے۔ عقلی فارمولے خواہش نفس کی دخل اندازی سے محفوظ نہ ہونے کی بنا پر اس بارے میں مفید اور کارآمد نہیں ہو سکتے' انبیاء علیہم السلام ہی وہ ہستیاں ہیں جن کی ذات ہائے گرامی پر وحی الٰہی کے پہرے ہوتے ہیں اور وہ خواہش نفس کی دخل اندازی سے مبرا ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی جماعت کے آخری فرد اور ان کے محاسن و صفات کی جامع ہستی خاتم النبیین ﷺ نے سب سے آخر میں بنی نوع انسان کو ان اعلےٰ اقدار سے متعارف کرایا جن سے متصف ہو کر انسان سچ مچ مسجود ملائک بن جائے۔ یہ متعارف کرانا صرف علم کی حد تک ہی نہیں تھا بلکہ آپ نے اپنے طویل عرصہ نبوت کے لمحے لمحے کو اعلےٰ اقدار انسانی کی معراج بنادیا اور اپنی مبارک صحبت سے فیض یاب کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ کی جماعت کو ایسی تربیت دی کہ دم آخریں اپنی پاک و مبارک سیرت کے کم و بیش ایک لاکھ زندہ نمونے آنے والی نسلوں کی تربیت و طہارت کی خاطر چھوڑ گئے جو زندہ نمونہ تھے ایمان و یقین میں' صدق و صفات میں' حسن سیرت و حسن عمل میں' تقویٰ و احسان میں' جود و سخا میں' صبر و استقامت میں' عفو و درگذر میں' اخلاص و محبت میں' اخوت و ایثار میں' صلح و خیر خواہی میں' جرات و شجاعت میں' سادگی و بے نیازی میں' ہمت و استقلال میں' عفت و آبرو میں' غیرت و حیاء میں' صلح و بردباری میں' تواضع و انکساری میں' وقار تمکنت میں' نرم گوئی و دلنوازی میں' خندہ لقائی و شیریں مقالی میں' کسب حلال و اکل حلال میں' شہسواری و عبادت گذاری میں' وفا شعاری و امانت داری میں' احترام آدمیت و عالی مزاجی میں' غرض وہ نمونہ تھے ان تمام صفات و عادات میں جو مسجود ملائک ہونے کی نسبت سے فطرت انسانی کا تقاضا ہیں اور ان تمام اعلےٰ اقدار و صفات میں اس مقدس جماعت کا فرد فرد بے مثال تھا اور یکتائے روزگار تھا اور یہ فیض تھا صحبت خاتم النبیین ﷺ کا' کیونکہ نبی امی ﷺ کی حیات مبارک کی ساعت ساعت وہ کتاب مبین ہے جس کا منبع ظلمت نصیبوں کی کایا پلٹ دیتا ہے اور فطرت کی تیرگی کو ایسی روشنی میں بدل دیتا ہے جس سے ناکامیوں' نامرادیوں کے اندیشے ختم ہو جاتے ہیں' خوش بختیوں اور سرفرازیوں کی راہ کھل جاتی ہے۔ مایوسیوں کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور امیدوں کا چمن سدا بہار ہو جاتا ہے۔ غرض حیات طیبہ کا ہر لمحہ اعلےٰ اقدار کا عنوان لئے ہوئے ہے۔ ہم سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہوئے اس مقالے میں دو عنوانوں پر بحث کریں گے' ایمان اور عمل صالح۔

ایمان اور عمل صالح : ایمان و عمل صالح دو ایسے عنوان ہیں جو اس میں سیرت طیبہ کی حقیقت سے آشنا کرتے ہیں اور زندگی کے تمام تر اعلےٰ اقدار ایمان و عمل صالح کے دامن ہی میں سمٹے ہوئے ہیں ان سے باہر اعلےٰ اقدار کا سرے سے کوئی تصور ہی موجود نہیں ہے لہٰذا اس بارے میں ان دو کا مطالعہ ضروری ہے۔

ایمان : ایمان کے چار اجزاء ہیں توحید' رسالت' آخرت' تقدیر (ایمان بالکتب و الملائکہ' ایمان بالرسالت ہی کا ایک شعبہ ہے)

توحید

توحید کے معنے یہ ہیں کہ ہر چیز سے پہلے باور کیجئے کہ کائنات آپ سے آپ نہیں بن گئی یقیناً اس کا کوئی بنانے والا ہے وہی اسے عدم سے وجود میں لایا ہے اور وہی اسے قائم اور سلامت رکھے ہوئے ہے وہ واحد ہے کوئی اس کا شریک نہیں ورنہ کائنات کا نظام قائم اور سلامت نہ رہ سکے لہٰذا اقرار کیجئے کہ "لا الہ الا اللہ" (کوئی معبود' رب' حاجت روا' مالک نفع و ضرر اور الٰہ نہیں اللہ کے سوا) انسان کو اس نے پیدا کیا زندگی اور موت کا نظام بنایا' عقل و فہم اور بصیرت بخشی تاکہ وہ اچھے کام کر سکے۔ "خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا" (الملک ۲) موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تمھیں آزمائے کہ تم

میں اچھے کام کس کے ہیں) "لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا" ترجمہ (اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سواء اور خدا بھی ہوتے تو یہ درست حالت میں نہ رہ سکتے اور فساد کی نذر ہو جاتے) زمین و آسمان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور اس کے امر تکوین ہی سے اس کا پورا نظام قائم و جاری ہے' انسان بذات خود اس کارخانہ حیات کا ایک پرزہ ہے' اس کی ولادت' اس کا بچپن' اس کی جوانی' اس کا بڑھاپا اور اس کا مرنا جینا وغیرہ تمام غیر اختیاری امور انسان کے کارخانہ حیات کا پرزہ ہونے ہی کی دلیل ہیں۔ اب اگر انسان اپنے رب کا انکار کرے یا اس کے ساتھ کسی اور کو "خلق و امر" میں شریک مانے تو اس کی مثال مشین کے اس پرزے کی ہوگی جو مشین کی رفتار کے مخالف چلنا شروع کردے' اس سے ظاہر ہے کہ مشین کا جو انجام ہوگا وہ وضاحت کا محتاج نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانی روش کا انجام یہ بتایا ہے "ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس" (الروم ۴۱) ترجمہ (بر و بحر میں فساد ابھر آیا ان کرتوتوں کے سبب جو لوگوں کے ہاتھوں عمل پذیر ہوئے) لہٰذا انسانی زندگی کے اعلیٰ اقدار میں اولین قدر یہی ہے کہ اللہ واحد پر ایمان لائے اور اپنے امر اختیاری کی باگ خالق تکوین کے ہاتھ میں دے دے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی امی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لایعلمون" (الروم ۳۰) ترجمہ (ہر طرف سے ہٹ کر پوری یکسوئی سے اپنا رخ دین حق پر قائم اور درست رکھو' یہی تو وہ فطرت ہے جس فطرت پر اللہ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے' اللہ کی تخلیق و پیدائش میں تبدیلی لانا ممکن نہیں یہی دین قیم ہے یعنی صحیح اور حق ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں) گویا جو شخص دین حق سے روگردانی کرتا ہے وہ اپنی نادانی کے باعث تخلیق خداوندی کو بدل ڈالنے کی سعی نامسعود کا مرتکب ہوتا ہے جس کا انجام تباہی و بربادی اور ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

رسالت ؛ خواہش نفس لطف و لذت کی سوغات کے سبب عقل و شعور پر غالب رہتی ہے اور لذت کی حلاوتیں نفع و ضرر میں تمیز کی صلاحیت چھین لیتی ہیں' زشت و خوب میں امتیاز باقی نہیں رہتا اور انسان اپنی نادانی کے سبب فطرت کی راہ سے ہٹ جاتا ہے اور اسے احساس تک نہیں ہوپاتا' لہٰذا یہ فطرت ہی کا تقاضا تھا کہ رب العالمین دستگیری فرمائے اور اس نادان انسان کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لانے کا انتظام فرمائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پاک سیرت پاک اخلاق اور پاک کردار کے حامل ایسے افراد کو مبعوث فرمایا جن کی زندگی ہر اعتبار سے ہر پہلو سے بے داغ اور بے عیب تھی اور ان کی اتباع و اطاعت کو لازم قرار دیا اور سب کے آخر میں خاتم النبیین کو مبعوث فرمایا اور "لا الہ الا اللہ" کے ساتھ "محمد رسول اللہ" کو جزو ایمان قرار دیا اور حکم صادر فرمایا "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" (النساء ۸۰) ترجمہ (جو رسول اللہ کی اطاعت کرے گا اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی) "ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما" (الاحزاب ۷۱) ترجمہ (اور جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے گا تو اس نے درحقیقت بہت ہی بڑی کامیابی پائی)

آخرت ؛ جیسے کہ پہلے ذکر کیا جاچکا کہ انسان دنیا میں ایک مہذب جانور نہیں ہے جس کا مقصد بس اچھا کھانا پینا' اچھا رہنا سہنا' مزے اڑانا اور مرجانا ہو بلکہ انسان درحقیقت مقصود کائنات ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے موت و حیات کا نظام ہی اس لئے پیدا فرمایا کہ حسن اعمال میں انسان کو آزمایا جائے انسان کی اصل منزل آخرت ہے' جس خالق نے انسان کو بنایا' انسان کے لئے دنیا اور دنیا کے سازوسامان پیدا فرمائے اسی اللہ نے آخرت بنائی ہے دنیا اس نے عارضی بنائی اور بتادیا کہ یہ عارضی ہے اور ہم دیکھ بھی رہے ہیں کہ واقعی یہ عارضی ہے اور آخرت کو فرمایا کہ وہ دارالقرار ہے حقیقی گھر ہے جہاں تک رہنا ہے دنیا میں موت و زندگی دونوں میں وہاں صرف زندگی ہے موت نہیں دنیا میں جوانی کے بعد بڑھاپا ہے وہاں صرف جوانی ہے بڑھاپا نہیں' دنیا میں خوشی کے ساتھ غم بھی ہے آرام و راحت کے ساتھ دکھ تکلیف بھی ہے وہاں نشاط و مسرت ہے رنج و غم نہیں' فقط راحت و آرام ہے آزار و الم نہیں' غرض وہاں نقصان و ضرر کی ہر چیز منفی اور خیر و منفعت کی ہر شئے میسر ہے' ایمان بالآخرۃ ہی وہ حقیقت ہے جو انسان کو حیوان ناطق سے مسجود ملائک کے مقام عالی پر فائز کرتی ہے' آخرت ہی وہ حقیقت ہے جو دنیا کے دولت پرستوں کو قارون قرار دیتی ہے اور فاقہ مستوں کو حکیم اللہ بنادیتی ہے۔ اگر آخرت نہ ہو تو بتایئے کیا سزا ملی اس درندہ صفت ظالم کو جو معصوم بچوں کو نہایت بیدردی اور سنگ دلی سے ذبح کرتا رہا' مظلوم رعیت پر چیرہ دستی و بربریت کے پہاڑ ڈھاتا رہا اس کے باوجود اس سفاک ظالم نے لمبی اور بہت لمبی مہلت پائی اور طویل عرصے تک بڑے طمطراق سے حکومت کرتا رہا اور دعوائے خدائی کے ساتھ "انا ولا غیری" کا ڈنکا بجاتا رہا۔ اور کیا صلہ ملا اس انسانیت کے اس نجات دہندہ کو جس نے ہاتھوں یہ ظالم درندہ غرق آب ہوا اور دنیا نے سکھ چین کا سانس لیا لیکن وہ محسن انسانیت کبھی مدین کے جنگلوں میں بکریاں چراتا رہا ہے اور کبھی سیناء کی صحراء نوردی کررہا ہے اور اسی حال میں جان جان آفریں کے سپرد کردیتا ہے' معلوم ہوا کہ آخرت کو

آتا ہے اور یہی زندگی اسی جسم کے ساتھ اور اسی احساس و شعور کے ساتھ دوبارہ لوٹے گی تاکہ فرعون اپنے کئے کا خمیازہ بھگتے اور موسیٰ کلیم اللہ اپنے خلوص و ایثار کا بہترین اجر پائے۔ جیسے ہم دنیا میں زندہ ہیں مرنے کے بعد دوبارہ بالکل اسی طرح زندہ ہونا ہے۔ فرق یہ ہے کہ یہ زندگی عارضی ہے وہ مستقل ہے یہ زندگی عوارضات و حادثات کی زد میں ہے اور وہ زندگی ہر قسم کے عارضہ سے کلیۃً محفوظ ہے' یہاں کا عارضی رزق مفید و مضر دونوں پہلو لئے ہوئے ہے وہاں کا رزق رزق کریم ہے جو مضرت و ناگواری کے ہر شائبہ سے پاک ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یہ دنیا رواں دواں جاری ہے اور یہ آخرت رواں دواں آرہی ہے دونوں میں سے ہر ایک کے کچھ بیٹے ہیں اگر تم ایسا کر سکو کہ ابن دنیا بننے سے بچ جاؤ تو ایسا ضرور کرو' کیونکہ آج تم دارالعمل میں ہو اور کوئی حساب وغیرہ نہیں ہے اور کل کو تمہیں دارالآخرت میں ہونا ہے جہاں عمل کی کوئی صورت نہیں ہوگی" (مشکوٰۃ)

غرض ایمان بالآخرۃ ہی وہ گوہر گرانمایہ ہے جو انسانی سرفرازیوں اور رفعتوں کی ضمانت مہیا کرتا ہے' جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے اور ان کا منتہائے مقصود اس حیات مستعار کا دم واپسی ہوتا ہے وہ چاند تو کیا مریخ میں کیوں نہ اتر جائیں مگر حیوان ناطق کی سطح سے اونچے نہیں اٹھ سکتے۔ معلوم ہوا کہ ایمان بالآخرۃ انسانی زندگی کے اعلےٰ اقدار میں وہ بنیادی قدر ہے جس کے بغیر اعلےٰ اقدار کا تصور ممکن نہیں ہے۔

تقدیر : ایمان بالقدر کا مدعا یہ ہے کہ انسانی تدبیر کی لگام تقدیر خداوندی کے ہاتھ میں ہے اس لئے یہ ضروری نہیں کہ انسانی تدبیر حسب پسند یا حسب آرزو و انجام پذیر ہو' انسانی تدبیر یوسفؑ کی ہلاکت کے پروگرام پر بڑی کامیابی سے عمل پیرا ہوتی ہے اسی پروگرام کے ساتھ ساتھ تقدیر بھی چل رہی ہے پروگرام وہی ہے جو ہلاکت اندیش تدبیر نے ترتیب دیا لیکن جب ہم اس پروگرام کے انجام پر پہنچتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یوسفؑ ہلاک ہونے کے بجائے تخت شاہی پر براجمان ہے اور تدبیر بیچاری انگشت بدنداں بے بس کھڑی پکار رہی ہے "ائنک لانت یوسف" ارے ؟کیا واقعی ...... تو یوسفؑ ہی ہے ! ....اللہ تعالیٰ نے تقدیر کی غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"کوئی مصیبت ایسی نہیں جو زمین پر نازل ہوتی ہو یا تمہاری اپنی ذات پر مگر وہ اس سے پہلے کہ ہم اسے عالم وجود میں لائیں کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور یہ اللہ کے لئے آسان ہے اور یہ اس لئے ہے تاکہ تم غم نہ کھاؤ اس پر جو تم کھو چکے اور جو خوشحالی تمہیں عطا کر رکھی ہے اس پر اتراؤ نہیں" (سورۃ الحدید ۲۲'۲۳)

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان بالقدر کا مدعا درحقیقت احساس ہائے محرومی اور یاس و نومیدی کے اندھیروں سے نکال کر مومن کو امید و رجا کے روز روشن میں لے آتا ہے۔ مایوسیوں کے بھنور میں تدبیر کی ڈوبتی کشتی کو ساحل سے ہمکنار کرتا ہے۔ تقدیر کا مقصد تدبیر کو بے کار یا معطل کرنا نہیں بلکہ تدبیر کی حیثیت واقعی متعین کرتا ہے تاکہ تدبیر کنندہ کے پیش نظر دونوں پہلو رہیں اور وہ ناکامی کے امکانی نتائج کا تحمل کرنے کے لئے نفسیاتی طور پر پہلے سے تیار ہو اور بصورت ناکامی نئی تدبیر پر نئے حوصلے کے ساتھ عمل پیرا ہو سکے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یاابا ذر لاعقل کالتدبیر ولا ورع کالکف ولا حسب کحسن الخلق" (مشکوٰۃ) (اے ابو ذر تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں اور باز رہنے کے مانند کوئی تقویٰ نہیں اور حسن اخلاق جیسا کوئی کردار نہیں) اس سے معلوم ہوا کہ تدبیر عقل کی روح ہے' جو تدبیر کو معطل کرتا ہے تو اس کی اپنی عقل درحقیقت معطل ہے۔ تقدیر کا تعلق ایمان سے اور تدبیر کا عمل سے' عمل ایمان کا تقاضا ہوتا ہے گویا تقدیر پر ایمان کا تقاضا تدبیر پر عمل پیرا ہونا ہے۔ تقدیر پر ایمان تدبیر کو اس کا صحیح مقام عطا کرتا ہے اور اسے غلط راہوں میں بھٹکنے سے بچاتے ہوئے صحیح رخ پر آگے بڑھنے کا خوگر بناتا ہے' اس کی پوری وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ نے ابو ہریرہ کو نصیحت فرمائی ہے ۔ فرمایا:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المومن القوی خیر واحب الی اللہ من المومن الضعیف وفی کل خیر احرص علی ماینفعک واستعن باللہ ولا تعجز وان اصابک شئی فلاتقل لو انی فعلت کان کذا وکذا ولکن قدر اللہ ماشاء فعل فان لو تفتح عمل الشیطان" (صحیح مسلم)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طاقتور مومن کمزور مومن کی نسبت زیادہ بہتر اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے ویسے بھی بہتر ہی جو چیز تیرے لئے نفع مند ہے اس کے حصول کے لئے پوری وابستگی کے ساتھ بھرپور کوشش کیجئے۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگئے اور ہمت نہ ہاریے بایں ہمہ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچے تو پھر یہ مت کہو کہ اگر میں نے یوں کیا ہوتا تو ایسے اور ایسے ہو جاتا' اس کے بجائے یوں کہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی مقدر کیا تھا اور اس نے جو چاہا کر دیا کیونکہ "کاش !" کہنا شیطان کے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔) غور کیجئے کتنی خوبی کے ساتھ مسئلہ تقدیر کا عقدہ حل کر دیا' ظاہر ہے کہ تدبیر کی ناکامیاں ہمارے تجربہ و مشاہدہ میں ہیں' کوئی صاحب عقل آدمی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا بلکہ دنیا میں کوئی شخص ایسا پایا ہی نہیں گیا جس کو تدبیر کی ناکامی سے کبھی واسطہ نہ پڑا ہو لیکن اس ناکامی پر ایک تاثر کافر کا ہے اور ایک مومن کا۔ کافر تدبیر کی ناکامی پر گھبرا جاتا ہے اور

اسے انجام پذیر کرنے کے لئے غلط اور ناجائز ذرائع کا سہارا لیتا ہے یا دماغی توازن کھو بیٹھتا ہے یا پھر خودکشی کرلیتا ہے۔ جبکہ مومن تدبیر کی ناکامی پر گھبراتا نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میری تدبیر کے مطلوبہ نتائج سے مجھے محروم کرکے میرے رب نے مجھے اس سے زیادہ بہتر دینا چاہا ہے جس کا مجھے شعور نہیں لہٰذا میری تدبیر رائیگاں نہیں گئی اس کا ثمرہ مجھے ملے گا اور میرے مطلوبہ ثمرے سے بہتر ملے گا چنانچہ ایک مومن تدبیر کی ناکامی پر ہمت ہارنے' مایوسی کا شکار ہونے یا غلط اور ناجائز راہ لینے کی فکر کرنے کے بجائے ایمان بالقدر کے بل بوتے پر نئی ہمت اور نیا حوصلہ لے کر ابھرتا ہے اور پہلے سے زیادہ بہتر اور مضبوط تدبیر اختیار کرکے اللہ کے توکل پر نتائج کا امیدوار ہوتا ہے۔ اور کافر ایسے موقعہ پر خودکشی کے سوا نجات کی کوئی راہ نہیں پاتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطاب فرمایا:

"اے لوگو! کوئی چیز ایسی نہیں جو تمہیں جنت کی طرف قریب لانے والی اور آگ سے دور کرنے والی ہو جس کا میں تمہیں حکم نہیں دے چکا اور کوئی چیز ایسی نہیں نہیں جو تمہیں آگ کے قریب کرنے والی اور جنت سے دور کرنے والی ہو جس سے میں تمہیں روک نہیں چکا روح الامین نے میرے دل میں یہ وحی کی ہے کہ کوئی شخص بھی اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک دنیا میں اپنا پورا رزق حاصل نہیں کرے گا' تو سنو! لہٰذا تم اللہ کے غضب سے بچو اور طلب رزق میں اچھا طریقہ اپناؤ' اور رزق میں تاخیر ہو جانا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم طلب رزق میں جائز ذرائع سے تجاوز کرکے اللہ کی نافرمانیوں کی راہ پر چل نکلو اور یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ اللہ کے ہاں جو انعامات ہیں وہ اللہ کی اطاعت و فرمانبردار کے بغیر حاصل نہیں کئے جاسکتے" (شرح السنۃ' مشکوۃ)

غور فرمایئے اس حدیث شریف نے کس طرح تدبیر کی لگام تقدیر کے ہاتھ میں دے کر اسے راہ راست کا پابند کردیا اور غلط راہ پر جانے سے بچالیا' درحقیقت طلب رزق کا مجرمانہ طریق ہی ہے جس سے استحصالی نظام جنم لیتا ہے اور ظلم و استبداد کے جتنے باب ہیں ان سب کی کلید یہی استحصالی نظام ہے۔ جب انسانی تقدیر کا انکار کرکے اپنے رزق کا رازق خود بن بیٹھتا ہے ادھر تدبیر کی ناکامیاں اس کے رازق ہونے کی تصدیق نہیں کرتیں تو وہ ناکامی تدبیر کے ممکنہ نتائج سے بچنے کی خاطر جھوٹ' فریب' رشوت' بددیانتی' ملاوٹ' لوٹ کھسوٹ' قتل و غارت' اغوا' چوری' بیگار' ذخیرہ اندوزی' اجارہ داری' حق تلفی' دھونس دھاندلی اور سود سٹہ جیسے ناجائز و ظالمانہ اسباب کو اپنا کر مستقبل میں اپنے اور اپنی نسلوں کے لئے آسودہ حالیوں کے تحفظات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے نتیجتاً درندگی و بربریت آوارہ ناچتی رہے مستقبل کے تحفظات تو وہ پھر تقدیر ہی کے قبضے میں ہیں۔ اور حدیث شریف نے یہ واضح کردیا کہ ناجائز تدبیر غلط راہ پر چل کر اپنا ناجائز ہونا تو ثابت کرسکتی ہے ورنہ رزق کی تاخیر کو نہ تعجیل میں بدل سکتی ہے اور نہ اس کی کمی میں اضافہ کرسکتی ہے۔ غرض تقدیر پر ایمان انسانی سعادتوں' خوش بختیوں اور سرفرازیوں کی نشوونما' دوام و ارتقاء کا ضامن ہے' یہ وہ صدف ہے جو انسانیت کے گوہر آبرو کی آغوش بنتا ہے اگر تقدیر پر ایمان متزلزل ہوجائے تو مایوسیوں اور نامرادیوں کے ہجوم میں انسان بدحواس ہوکر وقار انسانیت کھو بیٹھتا ہے۔

عمل صالح ؛ ایمان کے یہ چاروں اجزاء یعنی توحید' رسالت' آخرت' تقدیر' عمل صالح کا ایک ایسا مربوط نظام عطا کرتے ہیں جس سے زندگی اتنی خوبصورت اور حسن کا کا ایسا مرقع بنا جاتی ہے کہ خاک نشینوں کو نقش پا کو چوم لینا تاجوروں کو جلال شاہی کے لئے سرمایہ فخر اور حاصل آرزو ہوجاتا ہے' اس نظام کو جاننے اور اپنانے کے لئے کسی نظام فکر اور فلسفے کی حاجت نہیں پیش آتی' دل کو حرص و آرزو سے' ہوا اور ہوس سے کینہ و حسد سے بغض و نفرت سے خود غرضی مفاد پرستی سے کبر و غرور سے جذبہ نام و نمود سے اور ایسی ہی تمام آلودگیوں سے پاک کیجئے نیت صحیح اور درست کیجئے اور اسوہ نبوی کو اخلاق و عمل کا معیار بنانے کے لئے بعد خلوص و محبت متوجہ ہوجایئے یقین جانئے کہ "الدین یسر" کی تفسیر نگاہوں میں گھوم جائے گی۔۔

زباں سے کہہ بھی لیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہم یہاں چند مثالیں مختصر ذکر کریں گے تاکہ واضح ہوجائے کہ عمل صالح کی حقیقت کیا ہے۔

۱۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

"ما الایمان قال الصبر والسماحۃ" (مشکوۃ)

(ایمان کیا ہے؟ فرمایا صبر اور سخاوت)

دیکھئے دو لفظوں میں دین و ایمان کی پوری تفصیل بیان فرمادی' صبر کا مفہوم ہے صاحب نبوت کے آداب و احکام کو پوری دلجمعی کے ساتھ بجالانا' دینی فرائض و مسائل سے پوری ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کے ساتھ عہدہ برآ ہونا خلاف دین اور ناروا باتوں سے پوری احتیاط کے ساتھ باز رہنا اور بچے رہنا' ناگوار امور اور غم انگیز مصائب و آلام کو نہایت تحمل' بردباری اور خندہ پیشانی سے انگیز کرجانا اور اس کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا .... سماحت کا مفہوم ہے اپنی جان' مال' وقت کو پوری فراخ دلی' فراخ دستی اور نشاط قلبی کے ساتھ لوگوں کی خدمت میں ان کی بھلائی اور خیرخواہی میں ارزاں کردینا اور یہ کام خالص اللہ کی رضا کے

لئے کرنا' اسی سے اجر کا امیدوار ہونا اور لوگوں سے اجرو شکریہ کے بارے میں کوئی سروکار نہ رکھنا۔ "صبر" اور "سماحت" ان دو مختصر لفظوں کے معانی کی وسعت داماں پر غور کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ایک بحر بیکراں ہے جس کے دامن میں زندگی کی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی سمٹ آئی ہے۔ خدانخواستہ آپ سے کوئی نازیبا حرکت سرزد ہوجائے یا کسی ناہنجار کی ترش روئی اور کمینگی پر آپ تنگ دلی یا انتقامی جذبے کا مظاہرہ کریں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یا تو صبر پر آپ کی گرفت ڈھیلی ہوگئی ہے اور یا آپ کا قدم سماحت کے دائرے سے باہر جاپڑا ہے۔

۲۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا:

"ما الایمان قال اذا سرتک حسنتک وسائتک سیئتک فانت مومن" (مشکوۃ)

(ایمان کیا ہے؟ فرمایا کہ جب تیری نیکی تیرے لئے مژدہ مسرت بن جائے اور تیری برائی تجھے مبتلائے غم کرے تو بس تو مومن ہے)

۳۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں سوال ایمان کی حقیقت کے بارے میں تھا اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں سوال ایمان کی عملی کیفیات کے بارے میں ہے جبکہ دونوں جگہ سوال کے الفاظ ایک ہی ہیں "ما الایمان" لیکن فراست نبوت نے دونوں جگہ سوال کے نفسیاتی تفاوت کو جان لیا اور اس کے مطابق جواب عنایت فرمایا' سائل گویا یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ حقیقت ایمانی کو اپنالینے کے بعد مجھے کیسے معلوم ہو کہ مجھ پر واقعی ایمان کا رنگ چڑھ گیا ہے' تو آپ نے بتادیا کہ اگر اچھا کام طبیعت میں فرحت و نشاط پیدا کرے اور برائی ارتکاب طبیعت کو خوشی اور مسرت کے آثار سے محروم کردے تو یہ کیفیت تمہارے مومن ہونے کی دلیل ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو اپنے ایمان کی فکر کیجئے اپنے اخلاق و عمل کو مزید سنواریے محنت کیجئے اور حسن سیرت کے معیار کو اور بلند کیجئے تاآنکہ صاحب نبوت ﷺ کی بتائی ہوئی ایمانی کیفیت پیدا ہوجائے اور آپ واقعی مومن بن جائیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا سوال

ایک دوسرے انداز سے ہے وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا:

"ما النجاۃ قال املک علیک لسانک ولیسعک بیتک وابک علی خطیئتک"

(مشکوۃ) (نجات کیا ہے؟ ارشاد ہوا اپنی زبان کو قابو میں رکھ' تیرا گھر ہی تیرے لئے فراخ اور وسیع قرار پاجائے' اور اپنے گناہوں پر رویا کرو) یہ تینوں امور جو اس حدیث مبارک میں ذکر ہوئے ہیں دائرہ صبر سے تعلق رکھتے ہیں۔ "سماحت" کا دارومدار بھی درحقیقت صبر ہی پر ہے صفت صبر میں جس قدر کمی آئے گی سماحت میں کمی واقع ہوگی۔ صبر کی صفت جس قدر پختہ ہوگی سماحت (سخاوت) کا دامن پھیلتا جائے گا زبان پر قابو ہوجانے سے زندگی کی بیشتر خرابیاں از خود ختم ہوجاتی ہیں اور منفعتوں کا باب کھل جاتا ہے' جھوٹ' غیبت' چغلی' استہزاء' بہتان' تہمت' گالی گلوچ' طعن و تشنیع اور ان کے متعلقات اور تباہ کن اثرات سب ختم ہوجاتے ہیں' رواداری' خیرخواہی' انس و محبت' اخوت و یگانگت اور احترام آدمیت کا باب شروع ہوجاتا ہے۔ تیرا گھر ہی تیرے لئے فراخ اور کشادہ قرار پائے' یعنی اپنے ہی حقوق سے استفادہ کرو' دوسروں کے حقوق و آبرو پر دست درازی نہ کرو "اپنے گناہوں پر رویا کرو" اس تیسری بات نے سماحت کی صفت کی طرف توجہ دلائی ہے اپنی نفسیاتی اور فطری کمزور کے پیش نظر جب اپنے گناہوں پر دھیان جائے گا تو احساس ندامت میں ڈوب جائے گا' روتا اور روتے رہنا طبیعت میں یہ صفت پیدا کرے گا کہ عفو خطا کی خاطر جان' مال وقت اپنی ہر چیز لٹادے۔

۴۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ شریعت اسلامیہ کے ماہر فقیہ ہیں' اسوہ نبوی کے امین ہیں۔ ایمان کی حقیقت علم میں ہے اور معیار عمل ہے اس لئے انہیں یہ معلوم کرنے کی تمنا ہے کہ ایمانیات میں افضل چیز کیا ہے تاکہ عمل میں اسے ترجیح دی جائے

"انہ سال النبی ﷺ عن افضل الایمان قال ان تحب للہ وتبغض للہ وتعمل لسانک فی ذکر اللہ و تحب الناس ماتحب لنفسک وتکرہ لھم ماتکرہ لنفسک" (مشکوۃ) (حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے ایمان کی افضل چیز کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا تو کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لئے کرے' کسی سے بیزار ہو تو اللہ کے لئے ہو اور یہ کہ تو اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مصروف رکھے' اور لوگوں کے لئے تو وہی چیز پسند کرے جو تجھے اپنی ذات کے لئے پسند ہے اور جو چیز تجھے اپنی ذات کے لئے گوارا نہیں اسے لوگوں کے لئے بھی ناگوار سمجھا کرے)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے جواب میں آپ نے جو کچھ فرمایا یہ اخلاق و سیرت کا بہت اونچا معیار ہے یعنی محبت و بیزاری کی نفسیاتی و جذباتی کیفیات کا اپنی پسند' دل کی چاہت اور طبیعت کے میلان سے پاک ہوکر خود غرضی اور مفاد اندیشی سے بالا ہو کر اللہ کی رضا کے قالب میں ڈھل جانا واقعی بہت اونچا مقام ہے' ایسے زبان کو تمام گفتارانہ چٹخاروں سے محروم کرکے اللہ کے ذکر کا خوگر بنادینا سیرت کی پاکیزگی کو ایک نئی شان بخشتا ہے۔ تیسری بات تو بہت ہی اونچی بات ہے اور حقوق العباد کے تمام تر مسائل کا بہترین حل ہے اور احترام آدمیت کا شاہکار ہے یعنی لوگوں کے نفع و نقصان کو ان کی خوشی اور غم کو ان کے سکھ چین کو دیکھ درد کو اپنا نفع نقصان' اپنی خوشی غمی اپنا سکھ

چین اپنا دکھ درد قرار دے لینا' اس سے بڑھ کر اور ایثار کیا ہوگا' اس سے بڑھ کر انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی کیا ہوگی۔ اس سے بڑھ کر غرض کُشی اور مفاد کشی کیا ہوگی انسانی برادری کے مختلف طبقات اور متضاد عناصر میں اخوت و یگانگت کے لئے اس سے بہتر اور حسین تدبیر کیا ہوگی۔ انسانی زندگی کے اعلیٰ اقدار کا اس سے اونچا تصور بھی امکان کے دائرے سے خارج ہے۔

●●

پاسبان ختم نبوت کے انتخابات خواجہ ثاقب صدر منتخب ہوگئے

ہائل براؤن جرمنی (پریس ریلیز) مرکزی جامع مسجد فاتح پاسبان ختم نبوت آل جرمن کونشن منعقد ہوا جس میں کثیر تعداد میں مسلمانوں نے شرکت کی کونشن کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جو حافظ مقبول الٰہی نے کی نعت رسول مقبولؐ پڑھنے کا شرف محمد ایوب قریشی کو حاصل ہوا کونشن کی صدارت شیخ ظفر اقبال نے کی۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض محمد حسین بجلی نے ادا کئے۔ صوفی محمد اشرف نے آنے والے تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور ختم نبوت کے تحفظ کی ضرورت پر زور دیا۔ عابد محمود بٹ نے صدر کے لئے خواجہ ثاقب خورشید کا نام تجویز کیا جسے تمام شرکاء نے متفقہ طور پر صدر کے لئے منظور کیا۔ باقی اراکین جو منتخب ہوئے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔ صدر خواجہ ثاقب خورشید' سینئر نائب صدر چوہدری رشید احمد' جنرل سیکریٹری سید جاوید اقبال شاہ' جوائنٹ سیکریٹری جاوید اختر' خزانچی چوہدری آفتاب احمد وڑائچ' پریس سیکریٹری چوہدری ظفر اللہ خان اس کے علاوہ مشاورت کمیٹی کے لئے بھی ممبران کا انتخاب کیا گیا۔ جس میں راشد محمود غوری' چوہدری شاہد رضا' حافظ محمد آصف' ملک مظفر حسین' محمد شفیق بٹ' طارق کمبوہ' یامین ظہور' محمد شہریز' صوفی محمد اشرف' راجہ محمد یونس' شہزاد احمد بٹ' ملک جاوید اور نگزیب' حاجی مسکین اعوان' ملک محمد اعجاز' شیخ تسنیم احمد' راشد محمد بٹ' ڈاکٹر شہزاد اعظم' راجہ عبدالمجید' حافظ مقبول الٰہی' راجہ مختار حسین' ملک رضا' خان حبیب اللہ اور شیخ ظفر اقبال شامل ہیں۔

○○

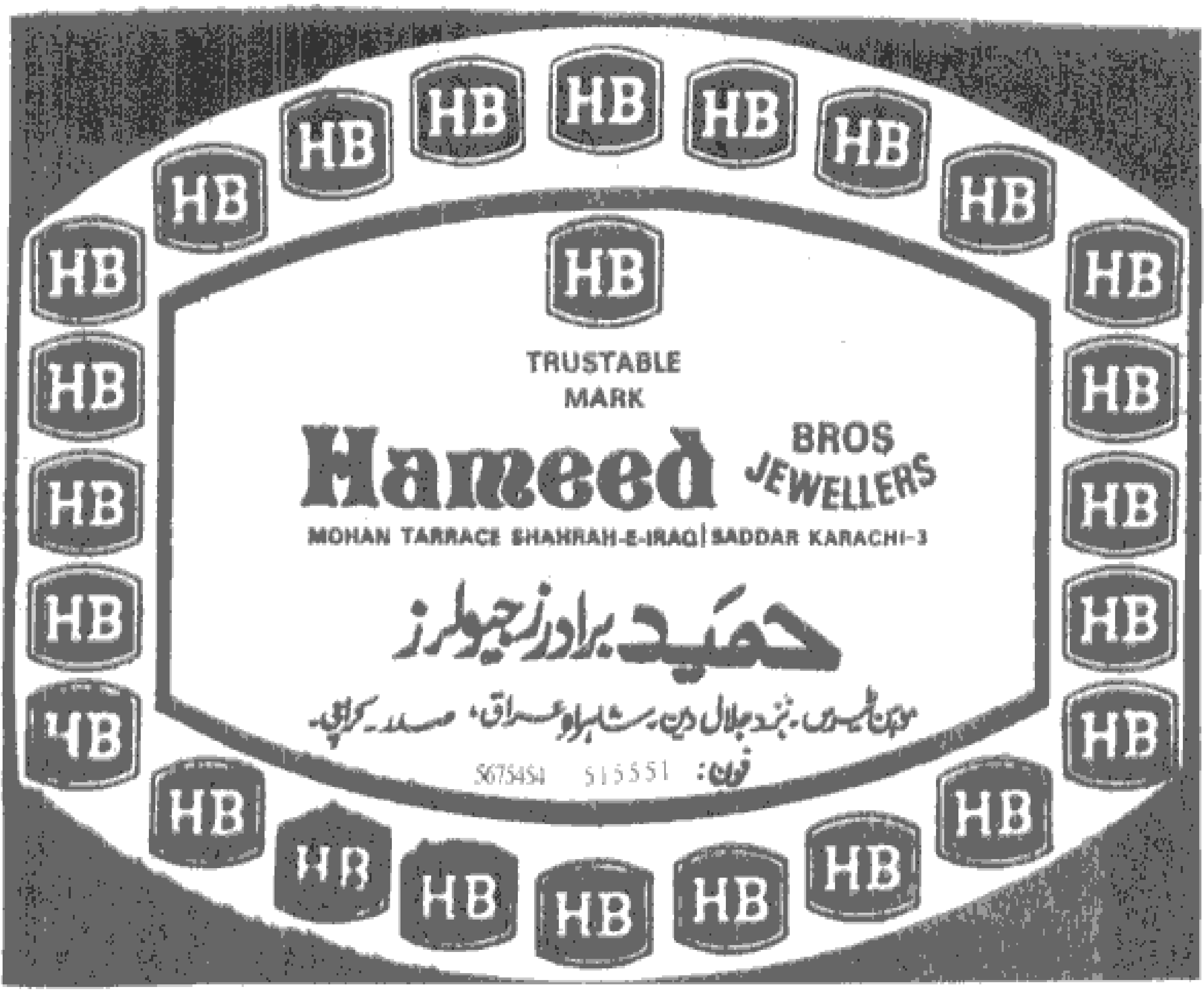

گزشتہ سے پیوستہ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مرزا غلام احمد قادیانی کا مقدمہ

اہل عقل وانصاف کی عدالت میں

باب پنجم

مدعا علیہ کی اپنے سابقہ عقیدہ کے بارے میں گل افشانیاں

مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے باون سالہ عقیدہ کے بارے میں جو جو عذر پیش کئے ان کا نمونہ گزشتہ باب میں سپرد قلم کیا جاچکا ہے۔ اس باب میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مدعا علیہ نے اپنے سابقہ باون سالہ عقیدہ کے بارے میں کیا کیا گل افشانیاں کیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

محض گپ

مدعا علیہ لکھتا ہے:

"ہم ثابت کرچکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا محض گپ ہے۔"

(ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۰۰۔ خزائن ص ۲۶۲ ج ۲۱)

کسی لغت کی کتاب کو اٹھا کر دیکھ لیجئے "گپ" کے معنی ہیں جھوٹ، جھوٹی بات۔ گویا مدعا علیہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ براہین احمدیہ میں اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ درج کرکے "محض گپ" ہانکی تھی، اور پھر ۱۸۹۱ء تک اسی گپ پر اس کا ایمان رہا۔ اہل عقل و فہم انصاف فرمائیں کہ کیا ایسا "گپ باز" آدمی مسیح موعود ہوسکتا ہے؟ کیا ایسا شخص مفتری اور کذاب کہلانے کا مستحق نہیں ہے؟

لطیفہ یہ ہے کہ اس کے بجائے کہ ہم اس کو مفتری اور کذاب کہیں، اللہ تعالیٰ نے خود مدعا علیہ کے قلم سے لکھوادیا کہ وہ مفتری اور کذاب ہے، وہ خود بھی، اور اس کے ماننے والے بھی چنانچہ وہ اپنی کتاب ازالہ، اوہام میں "علمائے ہند کی خدمت میں نیاز نامہ" کے زیر عنوان لکھتا ہے:

"اے برادران دین و علمائے شرع متین! آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہوکر سنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدائے تعالیٰ سے پاکر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کردیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا ہوگا، میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۱۹۰۔ خزائن ص ۱۹۲ ج ۳)

واضح رہے کہ مدعا علیہ خود بھی اپنے کو "مسیح موعود" اور "ابن مریم" کہتا ہے اور اس کے ماننے والے بھی اس کے بارے یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ سب مدعا علیہ کے اپنے فتویٰ کی رو سے کم فہم اور مفتری و کذاب ہیں۔

ایک اہم نکتہ

ہمارا مدعا علیہ مرزا قادیانی، ۱۸۹۱ء تک کہتا رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے، اس کے بعد یہ کہنا شروع کیا کہ وہ مرگئے ہیں، دوبارہ نہیں آئیں گے۔ مسلمان اور قادیانی دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ ان دونوں متضاد خبروں میں ایک سچی تھی اور ایک جھوٹی۔ فرق یہ ہے کہ مسلمان کہتے ہیں کہ مرزا کی پہلی خبر سچی تھی اور دوسری جھوٹی۔

اس کے برعکس قادیانی کہتے ہیں کہ پہلی جھوٹی تھی اور دوسری سچی۔ جھوٹی خبر دینے والا شخص جھوٹا کہلاتا ہے۔ لہٰذا دونوں فریق اس پر متفق ہوئے کہ مرزا جھوٹا تھا۔

ایک اور قابل غور نکتہ

یہ تو آپ نے ابھی دیکھا کہ دونوں فریق مدعا علیہ کے جھوٹا ہونے پر متفق ہیں۔ آئیے اب یہ دیکھیں کہ دونوں میں کون سا فریق مدعا علیہ کو "بڑا جھوٹا" مانتا ہے۔

مسلمان کہتے ہیں کہ ابتداء سے ۱۸۹۱ء تک مدعا علیہ اپنی زندگی کے پچاس برس تک سچ بولتا رہا، آخری سترہ سالوں میں اس نے جھوٹ بولنا شروع کیا۔ اس کے برعکس قادیانیوں کا کہنا یہ ہے کہ مدعا علیہ اپنی زندگی کے پچاس برس تک جھوٹ بکتا رہا اور آخری سترہ سال میں اس نے سچ بولا۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کے نزدیک مدعا علیہ کے سچ کا زمانہ پچاس سال ہے۔ اور جھوٹ کا زمانہ صرف آخری سترہ سال ہے۔ اور قادیانیوں کے نزدیک مدعا علیہ کے جھوٹ کا زمانہ پچاس سال ہے اور اس کے سچ کا زمانہ صرف سترہ سال۔

بتائیے! دونوں میں سے کس فریق کے نزدیک مدعا علیہ "بڑا جھوٹا" نکلا؟

ایک اور لائق توجہ نکتہ

مسلمان کہتے ہیں کہ مدعا علیہ قادیانی پچاس سال تک سچ کہتا رہا کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے لیکن پھر شیطان نے اس کو بہکادیا اور شیطان کے بہکانے سے یہ کہنے لگا کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نہیں آئیں گے بلکہ میں خود مسیح موعود بن گیا ہوں۔

اور قادیانی کہتے ہیں کہ وہ پچاس سال تک جھوٹ بکتا رہا کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ پھر اس کے پچاس سال جھوٹ بکنے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کو (نعوذ باللہ) مسیح موعود بنادیا۔ یہ بات تو ہر ایک کی عقل میں آسکتی ہے کہ ایک شخص پچاس برس تک صحیح عقیدہ پر رہے اور سچ بولتا رہے۔ لیکن پھر (نعوذ باللہ) اس کا دماغ خراب ہوجائے، اور شیطان کے بہکانے سے جھوٹے دعوے کرنے لگے، لیکن کیا کسی کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ پچاس سال تک جھوٹ بولنے والے کو "مسیح موعود" بنادیا جائے؟

ایک اور دلچسپ نکتہ

اوپر معلوم ہوچکا کہ مسلمان اور قادیانی دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ مدعا علیہ جھوٹا تھا۔ ادھر مدعا علیہ کا دعویٰ ہے کہ وہ مسیح موعود ہے۔ ظاہر ہے کہ جھوٹا آدمی جب مسیح ہونے کا دعویٰ کرے گا تو وہ "مسیح کذاب" کہلائے گا لہٰذا دونوں فریق اس پر بھی متفق ہوئے کہ وہ "مسیح کذاب" تھا اور اوپر خود مدعا علیہ کا اقرار بھی نقل کیا جاچکا ہے کہ جو شخص مجھ کو مسیح ابن مریم کے وہ مفتری اور کذاب ہے۔

شرک عظیم

مدعا علیہ اپنی کتاب حقیقة الوحی کے عربی ضمیمہ الاستفتاء میں لکھتا ہے:

"فمن سوء الادب ان یقال ان عیسٰی مامات ان ھو الاشرک عظیم یاکل الحسنات"

(الاستفتاء ص ۳۹۔ خزائن ص ۶۶۰ ج ۲۲)

ترجمہ۔ "سو منجملہ سو ادب کے ہے کہ یہ کہا جائے کہ عیسیٰ مرا نہیں، یہ تو نرا شرک عظیم ہے۔ جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔"

مدعا علیہ کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ وہ ۱۸۹۱ء تک حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے مشرک تھا، اور اسی "عظیم مشرک" کو اللہ تعالیٰ نے۔ نعوذ باللہ۔ مسیح موعود بنادیا۔

عیسائی عقیدہ

مدعا علیہ حقیقت الوحی میں لکھتا ہے:

"حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کا عقیدہ عیسائیوں نے محض اپنے فائدے کے لئے گھڑا تھا۔"

(حاشیہ حقیقت الوحی ص ۲۹۔ خزائن ص ۳۱ ج ۲۲)

اور الاستفتاء میں لکھتا ہے:

"وان عقیدة حیاته قد جاءت
في المسلمین من الملة النصرانية
"۔

(الاستفتاء ۳۹ - خزائن ص ۶۶۰ ج ۲۲)

ترجمہ :

اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ مسلمانوں میں نصرانی مذہب سے آیا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ مدعا علیہ ۱۸۹۱ء تک عیسائی عقائد رکھتا تھا' گویا پکا عیسائی تھا۔ اللہ کی شان ایک مسیحی بعد میں مسیح بن بیٹھا۔

نصوص قطعیہ یقینیہ کے خلاف

مدعا علیہ اپنی کتاب "حمامة البشریٰ" میں لکھتا ہے :

"اعلم ان وفاة عیسی علیه السلام ثابت بالنصوص القطعیة الیقینیة "

(ص ۵۶ حاشیہ - خزائن ص ۲۵۴ ج ۷)

ترجمہ ":جان لیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نصوص قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے۔"

اس قسم کی تصریحات مدعا علیہ کی کتابوں میں بہت سی جگہ پائی جاتی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۸۹۱ء تک مدعا علیہ نصوص قطعیہ **یقینیہ** کے خلاف عقیدہ رکھتا تھا' اور مدعا علیہ کا یہ حوالہ پہلے نقل کرچکا ہوں کہ :

"ایسے شخص کی نسبت' جو مخالف قرآن اور حدیث کوئی اعتقاد رکھتا ہو' ولایت کا گمان ہرگز نہیں کرسکتے۔ بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۰ ج ۱)

معلوم ہوا کہ مدعا علیہ خود اپنے فتویٰ کے مطابق ۱۸۹۱ء تک دائرہ اسلام سے خارج تھا۔ امت مرزائیہ کی خوش قسمتی کہ ایک غیر مسلم کو' جو دائرہ اسلام سے خارج تھا' ان کا مسیح موعود بننے کا شرف حاصل ہوگیا۔

آنحضرت ﷺ کی توہین

مدعا علیہ اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے حاشیہ میں لکھتا ہے :

○ "ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح کو اتنی بڑی خصوصیت (آسمان پر زندہ چڑھنے اور اتنی مدت تک زندہ رہنے اور پھر دوبارہ اترنے کی جو دی گئی ہے' اس کے ہر ایک پہلو سے ہمارے نبی ﷺ کی توہین ہوتی ہے۔"

○ "خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے چھپانے کے لئے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ تھی' مگر حضرت مسیح کو آسمان پر' جو بہشت کی جگہ اور فرشتوں کی ہمسائیگی کا مکان ہے بلالیا۔"

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۱۹ - خزائن ص ۲۰۵ ج ۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ ۱۸۹۱ء تک مدعا علیہ آنحضرت ﷺ کی ہر پہلو سے توہین کرتا رہا۔ بعد میں توہین رسالت کا یہ مرتکب مسیح موعود بن بیٹھا۔

اور مدعا علیہ کا دوسرے فقرہ میں آنحضرت ﷺ کے چھپانے کی جگہ کو "ذلیل' نہایت متعفن' تنگ و تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ" کہنا توہین رسالت کا ایسا شاہکار ہے کہ کبھی کسی راجپال کو اس کی جرات شاید نہیں ہوئی ہوگی۔

موجب لعنت تحریف

مدعا علیہ لکھتا ہے :

"وکیف یجوز لاحد من المسلمین ان یتکلم بمثل هذا ؟ ویبدل کلام الله من تلقاء نفسه' ویحرفه عن موضعه' من غیر سند من الله و رسوله' الیست لعنة الله علی المحرفین ؟

ترجمہ : "اور کسی مسلمان کے لئے یہ کس طرح جائز ہے کہ وہ اس طرح کی بات کرے؟ یا اپنی طرف سے اللہ کے کلام میں کوئی تبدیلی کرے' اور اللہ اور اس کے رسول کی سند کے بغیر اسے اپنے محل سے پھیر دے۔ کیا ایسے تحریف کرنے والوں پر اللہ کی لعنت نہیں ہے؟"

اس سے معلوم ہوا کہ مدعا علیہ ۵۲ برس تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ رکھ کر خود بھی ملعونوں کے زمرہ میں شامل رہا۔ اور یہی ملعون عقیدہ اس نے اپنی الہامی کتاب براہین احمدیہ میں

لکھ کر اس کتاب کو ملعون بنایا۔

اسلام تباہ

مدعا علیہ لکھتا ہے:

"مذہب اسلام ایسے باطل عقیدوں سے دن بدن تباہ ہوتا جاتا ہے۔"

مدعا علیہ سے دریافت کیا جائے کہ کیا تو نے اسلام کی تباہی کے لئے یہ باطل عقیدہ براہین میں لکھا تھا؟

اسلام سے تمسخر

"یوں تو قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لتو منن بہ ولتنصرنہ' (آل عمران ۸۲) پس اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت ﷺ کی امت ہوئے' اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی بنانے کے کیا معنی ہیں؟ اور کون سی خصوصیت؟ کیا وہ اپنے پہلے ایمان سے برگشتہ ہوگئے تھے جو تمام نبیوں کے ساتھ لائے تھے؟ نعوذ باللہ یہ سزا دی گئی کہ زمین پر اتار کر دوبارہ تجدید ایمان کرائی جائے' مگر دوسرے نبیوں کے لئے وہی پہلا ایمان کافی رہا۔ کیا ایسی کچی باتیں اسلام سے تمسخر ہے یا نہیں؟"

(ضمیمہ براہین ج ۵ ص ۱۳۳۔ خزائن ص ۳۰۰ ج ۲۱)

اس حوالہ میں مدعا علیہ تسلیم کرتا ہے کہ:

○ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آنحضرت ﷺ کی امت ہیں۔

○ اور یہ مضمون سورۃ آل عمران کی آیت: لتومنن بہ ولتنصرنہ سے ثابت ہے۔

○ اس کے باوجود مدعا علیہ سوال کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت؟ حالانکہ جب وہ آنحضرت ﷺ کی امت میں شامل ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کام بھی ان کے سپرد کیا جائے گا وہ بجا لائیں گے۔ اس کے بعد مدعا علیہ کا یہ سوال ایسا ہی بے ڈھنگا ہے جیسے کوئی سوال کرے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابو البشر کیوں بنایا گیا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ کیوں پیدا کیا گیا؟ حضرت خاتم النبیین سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو فلاں خصوصیت کیوں عطا کی گئی؟

○ اور پھر مدعا علیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کی وجہ خود تراشتا ہے کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام پہلے ایمان سے منحرف ہوگئے تھے کہ دوبارہ نازل کرکے ان سے تجدید ایمان کرائی گئی؟ ایسا نکتہ کسی ایسے شخص ہی کو سوجھ سکتا ہے جو خود اپنے فتویٰ کی رو سے کافر ہو۔ کیونکہ یہ فقرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صریح توہین ہے۔ اور خود مدعا علیہ کا فتویٰ ہے کہ:

" اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے۔"

(چشمہ معرفت)

اور اس سے بدتر تحقیر کا ارتکاب مدعا علیہ نے اپنی کتاب " حقیقۃ الوحی" میں کیا ہے۔ جس میں وہ لکھتا ہے:

"اور یہ تاویل کہ پھر اس کو امتی نبی بنایا جائے اور وہی " نومسلم" مسیح موعود کہلائے گا۔ یہ طریق اسلام سے بہت بعید ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۳۰۔ خزائن ص ۲ ج ۲۲)

○ جب مدعا علیہ خود تسلیم کرتا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بنص قرآن آنحضرت ﷺ کی امت میں پہلے ہی سے شامل ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنحضرت ﷺ کی امت میں آپ ﷺ کے دین کی خدمت بجالانا کیوں ممنوع ہوا۔ اور اس پر ان کو تجدید ایمان اور "نو مسلم" کے طعنے دینا صریح کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے؟

○

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی
میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو
فروغ دیں
تحفظ ختم نبوت کے مشن
میں شریک ہوں

قسط اول

محمد اشرف کھوکھر

رواداری اور دینی غیرت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ امابعد

وقتلو ہم حتی لا تکون فتنہ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین ○ (البقرہ ۱۹۳)

ہم جب اس کائنات اور اس کے موجودات پر نظر ڈالتے ہیں' تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ کارخانہ بے قرینہ نہیں ہے' بلکہ ایک مکمل اور جامع نظام کے تحت مربوط اور مستوی ہے' اس کا ایک جزو دوسرے جزو سے مل کر کام کرتا ہے۔ زمین کے ایک ذرے سے لے کر نظام شمسی کے ایک بڑے کرہ تک' ہر ایک کی حرکت مقرر ہے جو لازماً" کسی نہ کسی معینہ مقصد ہی کے لئے ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انتہائی نازک اور اعلیٰ ترین ریاضیاتی نظام کار فرما ہے۔ جس کے تحت یہ اجسام ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں بلکہ اپنی اپنی حدود میں مقرر کردہ تناسب سے حرکت کرتے ہیں' ظاہر ہے کہ اس درجہ پیچیدہ' نازک' مربوط کائناتی نظام از خود وجود میں نہیں آگیا' اس کے پیچھے کوئی صاحب ارادہ طاقتور ہستی ضرور موجود ہے۔ جس نے کائنات کے اجسام و اجرام کو تخلیق کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو ایک مخصوص ساخت اور ہیت عطا کی ہے' ان کے حرکت و عمل کی حدود مقرر کی ہیں' اور ان سب کو وہ پوری طرح کنٹرول کررہا ہے۔

نظام کائنات کے اس مشاہدے میں ہمیں سب سے زیادہ حیرت انگیز جو چیز نظر آتی ہے وہ "انسان" کا وجود ہے۔ اللہ رب العزت نے جب گلشن ہستی کو آباد کیا تو اس ہنگامہ زندگی برپا کرنے کے لئے اپنی سب سے احسن تخلیق انسان کو اس میں بسایا اور اس کے ساتھ ساتھ انسانوں کی تعلیم و تربیت اور رشد وہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا' یہ گراں قدر ہستیاں مختلف اوقات میں' مختلف ادوار میں' مختلف مقامات پر تشریف لاتی رہیں اور انسانیت کی رہبری کا فریضہ عظیم سرانجام دیتی رہیں۔ نبوت کا یہ روشن سلسلہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور سید البشر خاتم الرسل جناب محمد عربی ﷺ پر ختم ہوگیا۔

تمام بنی نوع انسان کے لئے قیامت تک دارین کی صلاح و فلاح کے لئے دین فطرت "دین اسلام" کو اللہ رب العزت نے پسند فرمایا۔ یہ کارخانہ کائنات تضاد اور مسابقت کے اصول پر چل رہا ہے۔ عناصر اور طبائع میں ازل سے مقابلہ جاری ہے تاریکی' روشنی' نرمی اور سختی درستی اور نادرستی' صحت اور مرض' نیکی اور بدی کی جنگ روز آفرینش سے بھڑکتی چلی آرہی ہے اس کی آنچ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوئی اور نہ ہوگی' حق اور باطل دو مقابل قوتیں ہیں انہوں نے ہمیشہ ایک دوسرے کو دبانے کی کوشش کی ہے۔ بقول علامہ اقبال۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

حق و باطل کی جنگ میں حق کو یہ امتیاز رہا ہے کہ اس نے ہمیشہ عافیت کو بدامنی پر ترجیح دی ہے' اگرچہ نیکی' نیکی بجائے خود بدی کی حریف ہے لیکن اس کی چال' راستی' خوش اسلوبی اور امن پسندی کی ہے۔ ادھر بدی کی روح یہ ہے کہ دوسروں کو ستایا جائے اور جو چیز اس کے برے مقاصد میں آئے اسے آنکھیں بند کرکے مٹادیا جائے۔ اس لئے وہ ہمیشہ نیکی پر حملہ آور ہوتی ہے۔ ادھر نیکی بھی ایک قوت ہے' ضعف یا عدم وجود کا نام نہیں "غیرت" کے تحت سامنے آتی ہے اور تصادم لامحالہ رونما ہوتا ہے۔

اسلام کے اصول "رواداری" کے تحت اہل اسلام کا اولین ہتھیار صلح ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیم یہ ہے کہ کوئی لاکھ بدخواہ ہو اور زحمت رساں ہو اس سے حتی الوسع درگذر کیا جائے۔ اس کی مخالفتوں سے چشم پوشی کی جائے اور اس کی برائی کو حسن سلوک سے شرمسار کیا جائے۔ (سورۃ انفال ۶۰)

اگرچہ رواداری اسلام کا دیباچہ ہے' اس لئے اہل اسلام کو صلح کی فضا پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہنا چاہئے مگر جیسا کہ سورۃ بقرہ کے پہلے دو رکوع سے خوب واضح ہوتا ہے کہ دنیا میں وہ لوگ بھی تو ہیں جو نہ صلح کی آواز سنتے ہیں اور نہ خیر کی صدا سے متاثر ہیں۔ ان کے دل پتھر سے بھی سخت ہیں اور ان پر کفر و عصیاں کے تہ بہ تہ پردے ہیں فساد ان کا مایہ خمیر ہے۔ وہ شیطانیت سے کبھی باز نہیں آتے' اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جابجا تصریح فرمائی ہے کہ باطل کی شرانگیزی حد

سے تجاوز کرنے لگے "رواداری" کی حدود کو توڑ دے تو تم ہوا کے رخ پر اڑنے والے خس و خاشاک اور پانی کے بہاؤ پر بہنے والے حشرات الارض کی مانند نہ بنو بلکہ "اسلامی غیرت و حمیت" کا ثبوت دیتے ہوئے بہادر شیروں کی طرح ہر باطل طاغوت سے لڑ کر اس کی تمام فتنہ پرداز توانائیوں کو زیر زمیں دفن کردو' تم صبغۃ اللہ کو محبوب رکھو اور اہل عالم کو اس میں رنگنے کا بلند حوصلہ رکھو! ابتدائے آفرینش سے مسلمان کا تو مقصد حیات یہی ہے کہ دریائے زندگی کو ایمان و اعتقاد کے صراط مستقیم پر لگادے چاہے اس کو راہ راست میں آخری قطرہ خون کا نذرانہ پیش کرنا پڑے۔

حضرات صالحین! آج دنیا میں ہر طرف حقوق انسانی کا چرچا ہے۔ "رواداری" کے نام پر امت مسلمہ کی رگوں سے' جذبہ جہاد اور جو ہر غیرت و حمیت ختم کرنے کے لئے اقوام عالم ہمہ وقت بر سرپیکار ہیں۔ اقوام عالم کی حقوق انسانی کے تحفظ کی اس کھوکھلی آواز کو کون نہیں جانتا کہ یہ سب باتیں نقاب کی مانند ہیں جن کے نیچے دنیا کے گوشے گوشے میں قدر حریت اور شرف انسانیت کی مٹی پلید ہورہی ہے۔ تہذیب حاضر نے انسانیت پر ظلم و ستم کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے ہیں اور یہ طریقے ایسے ہولناک جن کی مثال تاریخ عالم کا کوئی تاریک سے تاریک صفحہ پیش نہیں کرسکتا۔ جو قومیں حقوق انسانی کی پاسبانی کے بلند بانگ دعوے کررہی ہیں وہ انسانیت کا خون چوسنے میں پیش پیش ہیں۔

باطل کے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت آج ہر طرف "رواداری" کے نام پر پوری دنیا میں کرہ ارض خون مسلم سے رنگین کیا جارہا ہے۔ "رواداری" کے پردے میں باطل طاغوت دل مسلم سے "اسلامی غیرت و حمیت" کے خاتمے کے لئے شراب پر زم زم کا لیبل چسپاں کرکے بے غیرتی کا زہر ہلاہل پلا رہے ہیں۔ اس زہر کا تریاق تو صرف غیرت و حمیت کا اسلامی جذبہ ہے "رواداری" تو بس اتنی ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے اس سے آگے رواداری کے نام پر جو کچھ بھی ہے وہ باطل کے مہیب صحرا کا حسین سراب ہے۔ اور "رواداری" کے نام پر امت مسلمہ کی رگوں سے "جو ہر غیرت" مفقود کرنے کی بھیانک سازش ہے۔ آیئے ذرا "رواداری اور اسلامی غیرت" کا مفہوم سمجھئے۔ ہمارا کام منزل کی سمت صحیح رہنمائی ہے ورنہ۔

مسافر راستہ دیکھیں نہ دیکھیں
چراغ رہ گذر جلتا رہے گا

رواداری اور دینی غیرت.........

لغت و اصطلاح کے آئینے میں

رواداری فارسی زبان کا لفظ ہے' پشتو میں بھی درست کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (بقول مولانا زرولی خان مہتمم احسن العلوم کراچی) فارسی زبان میں بطور اسم مونث کے استعمال ہوتا ہے۔ لغات نظامی کے مطابق "روا" کا مطلب جائز رکھنا قبول کرنا' مباح' درست' ٹھیک' حلال' رائج' مروج اور جاری کے معنی رکھتا ہے۔ فیروز اللغات کے مطابق بے تعصبی اور کسی بات کو رعایت سے جائز رکھنا کے معنی رکھتا ہے۔ قاموس شرافات کے مطابق فراخ دلی' وسیع القلبی' تحمل اور بردباری کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ مذہب اللغات میں اس لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "رواداری" اس حد تک برتنا چاہئے جہاں تک مذہب پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ اردو لغت جلد دہم شائع کردہ اردو لغت بورڈ ترقی اردو کراچی کے مطابق "روا" کا مطلب ہے درست یا جائز۔ روا کا مطلب ہے ایسی بات کا جائز اور مباح جاننا جس بات میں کوئی مذہبی' اخلاقی یا قانونی حرج نہ ہو "دار" کا مطلب ہے درست یا جائز سمجھنے والا' قبول یا برداشت کرنے والا" گویا روادار وہ شخص ہے جو ایسی بات کو جائز مباح یا برداشت کرے جس میں کوئی مذہبی' اخلاقی یا قانونی حرج نہ ہو۔ جو شخص ایسی بات کو درست مباح یا جائز سمجھے میرے نزدیک وہ "روادار" نہیں بلکہ بے غیرت ہے .... راقم

دینی غیرت کا مفہوم : لغات نظامی صفحہ ۵۳۶ پر "غیرت" کا معنی لاج رکھنا لکھا ہے مثلاً" ضرب ید علی اور سجدہ شبیری نے "اسلام کی لاج رکھ لی ....غیرت مند نہایت غیرت والے کو کہتے ہیں"

اسرار اسلامی غیرت و حمیت : بعض لوگ اس قدر باغی ہوتے ہیں کہ اللہ ان کو اپنی نظر رحمت سے محروم کردیتا ہے ان کا وجود معاشرے کے لئے اتنا نقصان دہ ہوتا ہے کہ ان کا مٹادینا ان کے باقی رہنے کی نسبت بہتر ہوتا ہے۔ چنانچہ کچھ اشخاص کے دلوں میں یہ ارادہ پیدا ہوتا ہے کہ ان سے جہاد کرکے ان کو صفحہ ہستی سے مٹادیتے ہیں۔ یہ ارادہ ان کے دل و دماغ میں اپنے طور پر نہیں ہوتا ہے بلکہ اللہ رب العزت کی طرف سے اشارہ ملتا ہے اور ایسے اشخاص پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ غرضیکہ "اسلامی غیرت و حمیت" کے جذبہ کو مٹادینے والے اشخاص کو صفحہ ہستی سے مٹادینا سب کے لئے مفید ہوتا ہے جس طرح عضو فاسد جس میں زہریلا مادہ جمع ہوچکا ہوتا ہے۔ آپریشن کرکے کاٹ دیا جاتا ہے۔ جس سے تمام جسم کو فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح بعض اوقات اللہ رب العزت کو منظور ہوتا ہے کہ کسی ظالم قوم یا ظالم حکومت کا استحصال فرمائیں جنہوں نے اپنی طغیانی سیاست سے "رواداری" کی آڑ میں ملک خدا میں فساد مچا رکھا ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں اپنے غیرت مند نیکی بندوں کو باطل طاغوت سے جہاد کرنے کا حکم دیتے ہیں اور پاک طینت بندوں کے قلوب میں اعداء اسلام کے خلاف جہاد کا ولولہ پھونک دیا جاتا ہے تاکہ وہ بے جگری کے

ساتھ لڑ کر اس قوم کو مٹادیں' حق کے بول بالا کے لئے باطل کو صفحۂ ہستی سے مٹادینے کے جذبہ کو لے میدان کارزار میں کود پڑنا اسلامی غیرت کہلاتا ہے۔ راقم

رواداری کے نام پر امت مسلمہ کی رگوں سے اسلامی غیرت وحمیت کے جوہر کو ختم کرنے کی بھیانک سازش

ڈاکٹر محمد صدیق شاہ بخاری مدظلہ نہایت لطیف انداز میں یوں رقم طراز ہیں: اک وقت تھا کہ رواداری کی اہمیت اقوام عالم کے لئے ایک حسین خواب اور خوبصورت سپنے سے زیادہ نہ تھی اور اک وقت آیا کہ جب اسلامی دنیا میں ایک جاندار روایت اور زندہ حقیقت تھی' زمانہ بدلا' منظر پلٹا تو چشم فلاک نے دیکھا کہ "رواداری" کے پردے میں ایک بے غیرتی کی ناگن چھپی بیٹھی ہے جس کے پیچھے نصاریٰ و یہود و قادیانی و ہندو کی جو گن ہے۔ یہ اسلام دشمنی کے خمیرے سے بنی ہے' اور مسلمانوں کے لئے تعصب و تنگ نظری کے زہر سے اس کا منہ بھرا ہے۔ یہی وہ زہر ہے جس نے ملت کے گرم وجواں جسم کے ایک بڑے حصے کو مفلوج کرکے رکھ دیا ہے' مگر ابھی کچھ اعضاء باقی ہیں لگتا ہے دل بھی باقی ہے اور زبان بھی سلامت ہے' اس سے پہلے کہ یہ زہر ان کو بھی بیکار کردے خدا کے لئے ان کو بچانے کا سامان کرلو اور اس زہر کا تریاق تو صرف غیرت و حمیت کا اسلامی جذبہ ہے۔ کچھ آگے بڑھ کر لکھتے ہیں "لفظ رواداری" افراد اور اقوام کے لئے اسی طرح جانا پہچانا ہے جس طرح مٹی' پانی' آگ اور ہوا مگر اس لفظ کے استعمال پر انسان اسی طرح جھگڑتا ہے جس طرح زن' زر' زمین پر۔ اس لفظ کے ثمرات کا حصول اگرچہ ہر انسان کا مقصود ہے مگر جب اپنے مفاد پر زد پڑتی نظر آئے تو ہر شخص اس کو اسی طرح بھول جاتا ہے' جس طرح باز اپنے شکار پر جھپٹتے ہوئے سب کچھ بھول جائے۔ خود کو اس صفت کا حامل کہلانا ہر فرد اس طرح اپنا حق جانتا ہے جس طرح امیرکہ خود کو امن پسند اور دوسروں کو دہشت گرد کہنا اپنا حق جانتا ہے۔

رواداری' اگرچہ اعلیٰ انسانی اقدار کا جزو اعظم ہے مگر بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح بلی کا چوہے کے لئے روادار ہونا خلاف فطرت ہے' اس طرح ہر انسان کا دوسرے انسان اور ہر قوم کا دوسری قوم کے لئے' ہر وقت' ہر موقع اور ہمیشہ کے لئے روادار ہونا بھی نظام قدرت کے خلاف ہے' جس طرح اس کائنات میں کسی بھی خلاف فطرت بات کو دوام حاصل نہیں' اسی طرح تاریخ اقوام عالم کا مطالعہ اس امر کا شاہد ہے کہ عملی طور پر اس غیر ضروری رواداری کے نظریے کو کبھی بھی استقرار حاصل نہیں رہا۔

تمام تر انسانی اقدار کا ایک مطلوبہ معیار ہی مطلوب و محبوب ہوتا ہے اس سے کم یا زیادہ کی صورت میں وہی قدر' ایک خوفناک و مکروہ شکل اختیار کرلیتی ہے جیسے بقول حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب (شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور) قوت غضبیہ کی پسندیدہ مقدار شجاعت کہلاتی ہے' اس میں تفریط بزدلی تو افراط جاہلیت ہے' قوت عقلیہ کی مناسب سطح حکمت و دانائی ہے' کمی کی صورت میں حماقت اور زیادتی جربزہ ہوتی ہے۔ قوت شہوانیہ کی معتدل حد عفت و عصمت ہے جبکہ کمی جمود اور اضافہ فسق و فجور ہے۔ بعینہ رواداری حد سے بڑھ جائے تو بے غیرتی و بزدلی بن جاتی ہے اور ضرورت سے کم ہوجائے تو تعصب و تنگ نظری ڈاکٹر صاحب آگے لکھتے ہیں۔

"شومئی قسمت سے آج کا مسلم معاشرہ غیرت کی کمی اور رواداری کے اضافے کا بری طرح شکار ہوچکا ہے اس میں جہاں پس پردہ غیروں کی گہری اور منظم سازش کارفرما ہے۔ وہاں اپنوں کی سادگی' بھولپن بلکہ نادانی و حماقت کا بھی کچھ کم دخل نہیں۔ یہی وجہ ہے' کہ آج پوری دنیا میں امت مسلمہ تحقیر و تذلیل کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر چکی ہے۔ وہی امت کہ تھی جس کی فلک سوز کبھی آواز" آج قوموں کے بھرے بازار میں کوئی اس کی آواز سننے والا نہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو؟ کیونکہ ہم نے اسی باطل کو اپنی "کاشانہ دل کا مکیں" بنالیا ہے کہ "تیرے آبا کی نگہ بجلی تھی جس کے واسطے" وہی لوگ جو ہمارے اسلاف کے در پہ کاسہ گدائی لئے پڑے رہتے تھے آج ہمارے ان داتا بنے بیٹھے ہیں۔۔۔

جس کو ہم نے آشنا لطف تکلم سے کیا
اس حریف بے زباں کی گرم گفتاری بھی دیکھ
ہاں تملق پیشگی دیکھ آبرو والوں کی تو
اور جو بے آبرو تھے' ان کی خودداری بھی دیکھ

پہاڑوں کی چوٹیوں پر نشیمن بنانے والے اج تنگ و تاریک گھاٹیوں کے مکین کیونکر ہوگئے اور صحراء کی وسعتوں کو اپنے قدموں تلے روندنے والے آج بندگلیوں کے باسی کیونکر بن گئے۔ یہ کوئی چند روز کا قصہ نہیں اس کے پیچھے اغیار نے برسوں نہیں' صدیوں محنت کی ہے اور امت کی رگوں سے "غیرت" کا جوہر ختم کرنے کے لئے اس کو غیر ضروری رواداری کا زہر ہلاہل قند کی شکل میں کھلاتے رہے ہیں اور اب انہیں کھلانے کی ضرورت بھی نہ رہی کہ یہ "قند" امت کے منہ کو لگ گیا۔ اب یہ خود ہی اسے وافر مقدار میں تیار کرلیتی ہے۔ بے کار اور بلا ضرورت رواداری کا تصور سمجھنا ہو تو اک لمحہ کو ان اشعار پر غور فرمائیے۔۔۔

تم رام کہو وہ رحیم کہیں دونوں کی غرض اللہ سے ہے
تم دین کہو وہ دھرم کہیں منشاء تو اسی کی راہ سے ہے
تم پریم کہو وہ عشق کہیں مطلب تو اسی کی چاہ سے ہے
وہ جوگی ہیں تم سالک ہو مقصود دل آگاہ سے ہے
کیوں لڑتا ہے مورکھ بندے تیری خام خیالی ہے
ہے پیڑ کی جڑ تو ایک وہی یہ مذہب ایک اک ڈالی ہے

تکبیر کا جو کچھ مطلب ہے ناقوس کا ہے منشاء بھی وہی
تم جن کو نمازیں کہتے ہو ہندو کے لئے ہے پوجا وہی

ذرا دل تھام کے بتایئے گا کہ کیا اس تصور کے بعد اللہ اور رسول ﷺ کے سارے احکامات' جہاد کا پورا تصور "ان الدین عنداللہ الاسلام" کا قرآنی نظریہ "الیوم اکملت لکم دینکم واممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" کا اعلان ربانی بے معنی ہو کر نہیں رہ جاتا اور کیا پھر باطل سے ٹکرانے کی ہمت رہ جاتی ہے؟ جناب ڈاکٹر صاحب بڑے ہی دلنشین انداز میں مزید لکھتے ہیں کہ .... " رواداری کا یہی وہ تصور ہے جسے اگر ہم "فتنہ رواداری" سے تعبیر کریں تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ جن کے دل اس نظریے کے مرید ہوگئے ان کے نام تو اگرچہ مسلمانوں سے ہیں مگر وہ بڑی سرگرمی سے اس امر کے لئے کوشاں ہیں کہ دل مسلم سے دینی غیرت و حمیت کا خانہ خالی کرکے صرف " رواداری" ' یعنی بزدلی و کم ہمتی کو وہاں براجمان کردیا جائے اور جہاں کہیں سے بھی امت کے احیاء' ملی اقتدار کی بقا' اسلامی تشخص کے ضیاء' دینی غیرت کی فضا اور انقلاب مصطفیٰ کی آواز بلند ہو اسے نہ صرف دبا دیا جائے بلکہ اسے یہ کہہ کر اسے فنا کردیا جائے کہ اسلام تو بس رواداری کا دین ہے۔ فرد سے لے کر معاشرے تک' انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک اور شخصی کاوش سے لے کر پوری تحریک تک جہاں کہیں کسی نے جب بھی آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اسے یہی کہہ کر روکا گیا کہ آخر تم کفر و باطل کو' ظلم و ستم کو' شرک و بدعت کو' ارتداد و الحاد کو برداشت کیوں نہیں کرتے کہ اسلام تو تمہیں " رواداری" سکھلاتا ہے' اسلام اور پیغمبر اسلام کا مذاق اڑے بس ہونٹوں کو سی لو کہ رواداری ہے۔ جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچاؤ کہ رواداری ہے اور توہین صحابہؓ ہو نہ شور مچاؤ کہ رواداری ہے لیکن عجب بلکہ منافقت تو یہ ہے کہ رواداری کے اس مفہوم سے خود اس کا پرچار کرنے والوں کی زندگی خالی ہے' منشیات کے دھندے پر موت کی سزا ہو تو سب ٹھیک لیکن گستاخ رسول کے لئے سزائے موت کا قانون بنے تو آسمان سر پہ اٹھائیں کہ رواداری ہے' اپنے گھر میں نقب زنی ہو تو چور کو زندہ بھی جلادیں تو کوئی بات نہیں' ویسے جو چور کا ہاتھ کاٹنے کی بات بھی ہو تو چیخیں اور چلائیں کہ رواداری ہے۔ جو گھر میں زنا ہوجائے تو چاہیں کہ زانی کی نسلیں بھی سزا بھگتیں مگر زنا پر سنگ ساری کی بات ہو تو آنسو بہائیں کہ رواداری ہے۔ " اسلامی غیرت میں" جو نوجوان کسی مندر کی اینٹ بھی سرکاریں تو واویلا اور غیر چاہے بابری مسجد کو گرائیں کہ رواداری ہے' ادھر لاکھوں انسان قحط سے مرجائیں اور ادھر گندم سمندر میں گرائیں' بہائیں کہ رواداری ہے۔ کویت پر قبضہ ہو تو عراق کو کھنڈر بنائیں' (کشمیر کی جنت ارضی میں خون مسلم کی ندیاں بہہ جائیں ماؤں کی ممتا کے سامنے ان کے جگر گوشوں کو بھارتی باؤلے درندے نہایت سفاکی سے شہید کردیں' قوم مسلم کی بیٹوں کے سہاگ لٹ جائیں تو اوہم مچائیں کہ " رواداری" ہے بوسنیا کے مظلوموں کا تذکر کیا جائے تو فرمائیں کہ رواداری ہے۔ راقم)

نیو ورلڈ آرڈر کے نام پر پوری دنیا میں دہشت گردی ہو تو خاموشی اور زبان مسلم پہ جو نام جہاد بھی آجائے تو فوراً" بتلائیں کہ رواداری ہے۔ (ڈاکٹر محمد صدیق شاہ بخاری' رواداری اور دینی غیرت ص ۹)

۲۵ر فروری ۱۹۹۴ء کو شہر الخلیل کی مسجد ابراہیمی میں بم کے دھماکے سے بیک وقت ستر مسلمان شہید کردیئے جائیں تو مسلمان ظلم و بربریت کے خلاف آواز بلند کریں تو کہا جائے کہ رواداری (ریڈیو پاکستان) "غیرتو غیر ہی ہوتے ہیں ان سے بھلائی کی امید کہاں لیکن دل تو جلتا ہے کہ جب اپنے بھی ستم میں شامل ہوجائیں یہاں تو یہ حالت ہے۔

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

جناب ڈاکٹر صاحب "رواداری اور دینی غیرت" ص ۱۰ پر یوں رقم طراز ہیں کہ "ان اپنوں کی بے پناہ اپنائیت ہی ان سطور کے ظہور کا باعث بنی تاکہ بانگ دہل اس بات کی وضاحت کی جائے اگرچہ رواداری اسلام کا طرہ امتیاز ہے مگر جو رواداری مسلمانوں کے لئے ہے۔ وہ کافر کے لئے نہیں' جو کافر کے لئے ہے وہ مرتد کے لئے نہیں اور جو مرتد کے لئے ہے وہ زندیق کے لئے نہیں۔" جیسا کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ظالم کے ظلم کو نہ روکنا مظلوں پر ظلم کرنے کی مترادف ہے" (اخبار جنگ کراچی اسلامی صفحہ ۱۹۸۶ء) .... راقم

اسی طرح اکبر شاہ نجیب آبادی نے لکھا کہ "اسلام میں جہاں تلوار کا بے جا استعمال ظلم ہے وہاں ظالم کے خلاف تلوار کا استعمال نہ کرنا بھی جرم ہے۔ یہاں کسی کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ "اسلامی غیرت و حمیت" کی صفت کو اسلام نے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ جو چاہے' جہاں چاہے اس کا اظہار کرے۔ نہیں بلکہ یہ صفت محبوب بھی جونہی اپنی سرحدیں عبور کرتے ہوئے تعصب اور جاہلیت کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کے آگے بھی اسلام حدود و قیود کی دیوار چن دیتا ہے کیونکہ اسلام ایک دین فطرت ہے اور کسی بھی حالت میں' ناانصافی ظلم اور زیادتی اور ذاتی انا کی تسکین جائز نہیں۔ عفو و درگذر' رواداری ہو تو بھی اللہ کے لئے اور مقام غیرت پہ غیرت کا اظہار ہو تو وہ بھی اللہ کے لئے۔" (شارع علیہ السلام نے عفو و درگذر اور رواداری کا عملی سبق بھی دیا اور تلقین بھی کی لیکن رواداری کا مطلب مداہنت نہیں' رواداری کا مطلب دیوثی نہیں' رواداری کا

مطلب کتمان حق نہیں۔ رواداری کا مطلب ضروریات دین کا انکار نہیں' رواداری کا مطلب صحابہ کرامؓ کی عظمت کا سودا نہیں۔)

سن لیجئے! ہم رواداری کے قائل ہیں جو قرآن و حدیث تک محدود ہے لیکن جہاں سے رواداری کے نام پر بے غیرتی کا آغاز ہوتا ہے ہم ہرگز ہرگز اس بے غیرتی کو برداشت نہیں کرتے۔ ایسی رواداری جس سے عقیدہ ختم نبوت پر زد پڑتی ہو' ایسی رواداری جس سے ابوبکر و عمرؓ عثمانؓ علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کا سودا ہوتا ہو' ایسی رواداری جس سے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت و عفت مشکوک ہوتی ہو' ایسی رواداری جس سے صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین کی عظمتوں اور قربانیوں کا انکار ہوتا ہو' ایسی رواداری جس سے آئمہ اربعہ کی عزت و عظمت کی نفی ہوتی ہو' ایسی رواداری جس سے سید احمد شہیدؒ اور سید اسماعیل شہیدؒ کو کافر کہنا پڑے اور ایسی رواداری جس میں قاسم العلوم حضرت نانوتویؒ اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن کو گستاخ رسول [illegible] ماننا پڑے۔ ہم ایسی رواداری کو جوتے کی نوک سے ٹھکرادیں گے۔ یہی اسلامی غیرت کا اولین تقاضا ہے۔ راقم

○

بقیہ، اظہارِ تشکر

مدنی صاحب کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور ہمیشہ عافیت نصیب فرمائے اور آپ کے فیض کو پوری دنیا میں پھیلائے حضرت اقدس مولانا محمد اسعد مدنی صاحب کو ویزے کے انتظار کے سلسلے میں جو تکلیف اور ذہنی اذیت اٹھانی پڑی اس پر ہم حضرت سے معذرت خواہ ہیں اس کی وجہ سے آپ کا سفر مختصر بھی ہوگیا۔ ویزے کے سلسلے میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کے جانشین قائد جمعیت علمائے اسلام مولانا فضل الرحمان نے جو تعاون فرمایا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام کارکن ان کے شکر گذار ہیں ایک بار پھر ہم مولانا محمد اسعد مدنی صاحب کے شکر گذار ہوتے ہوئے یہ توقع کرتے ہیں کہ انشاء اللہ العزیز خانوادہ شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ اس طرح تعاون کا سلسلہ رکھ کر سرپرستی فرماتے رہیں گے۔

جبار کارپیٹس

ڈیلرز

زینت کارپٹ • مون لائٹ • پاک پنجاب کارپٹ
یونائیٹڈ کارپٹ • ویلنس کارپٹ • اولمپیا کارپٹ

PH: 6646888 - 6647655
FAX: 092-21-521503

مساجد کیلئے خاص رعائت

۴۔ این آر ایونیو نزد جبری پوسٹ آفس بلاک جے
برکات حیدری نارتھ ناظم آباد

حیات و نزول مسیح علیہ السلام

الیاس ستار
بہادر آباد کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بھائی قسیم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۹۶-۸-۲۳ کی رات آپ نے میرے گھر میں گذاری تھی اور ۸۶-۸-۲۳ کا ایک واقعہ میں نے آپ کو بتایا تھا۔ ان روحانی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سنجیدگی سے اس مضمون کو پڑھئے گا۔

۹۶-۸-۳۱ کو آپ نے میرے مضمون "کیا احمدی جواب دے سکتے ہیں؟" کا "جواب" دیا تھا۔ اس "جواب" میں آپ نے ۹۶-۸-۳۰ کی تاریخ لکھی تھی۔ دوران گفتگو آپ کو احساس ہوا کہ "جواب" میں آپ سے کچھ بنیادی غلطی سرزد ہوئی ہی۔ لہٰذا آپ نے "جواب" واپس طلب کیا جسے میں نے دینے سے انکار کردیا۔ آپ نے کم از کم چھ سات دفعہ "جواب" واپس مانگا تھا۔

اگلے روز آپ نے ۳۰ منٹ فون پر میری خوشامد کی کہ میں جواب تیار کرنے میں آپ سے مدد لوں۔ اور اس کے اگلے روز پھر آپ نے ۱۵ منٹ میری خوشامد کی کہ میں جواب تیار کرنے میں آپ سے مدد لوں۔ آپ نے یہ بھی گذارش کی تھی کہ میں آپ کے ۹۶-۸-۳۰ کے "جواب" کو "احمدی ہال" میں دکھا کر پھر اپنا جواب تیار کروں۔ آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کی مدد سے میرا جواب بہتر اور مضبوط ہوگا۔

آپ کی گھبراہٹ کو دیکھ کر مجھے تو بہت مزہ آیا۔ مزے کی بات ہے کہ بھلا جسے جواب دیا جا رہا ہو اس سے جواب دینے میں مدد لی جائے۔

بے مثال! بے مثال! بے مثال

پولوس نے عیسائیت کو تو بگاڑ ہی دیا اور ساتھ ہی مرزا صاحب کے ذریعے قادیانیوں کو بھی بگاڑ دیا۔ جس طرح حضرت موسیٰ فرعون کے گھر میں پلے بڑھے اور فرعون کا ہی بیڑا غرق کیا اسی طرح آپ نے قادیانیوں کے گھر میں رہتے ہوئے قادیانیوں کا بیڑا غرق کردیا۔

آپ نے اپنے "جواب" میں اس بات کی تصدیق کی ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰ کشمیر میں زندہ تھے۔ اس وقت انہیں شام اور فلسطین میں خدا بنادیا گیا تھا۔ اس بات کا تحریری طور پر اظہار کرکے یقین کیجئے کہ آپ میرے ہم خیال اور مرزا صاحب کے خلاف ہوگئے ہیں۔

آپ نے اپنے مضمون میں حضرت عیسیٰ کی زندگی کو دو نگرانی میں تقسیم کیا ہے۔ ۳۳ سالہ فلسطین کی نگرانی اور ۸۷ سالہ کشمیر کی نگرانی۔ ان دو نگرانیوں سے ذہن میں وہ نقش ابھرتا ہے کہ جس طرح دو پانی کی دیواروں نے ٹوٹ کر فرعون کے لشکر کو جو کہ خشکی پر سفر کررہے تھے ڈبو دیا تھا۔ اسی طرح ان دو نگرانیوں کا اقرار کرکے آپ نے قادیانیوں کو ڈبو دیا ہے۔

مرزا صاحب نے اپنی کتاب "انجام آتھم" کے صفحہ ۱۳۵ میں لکھا ہے کہ:

پس اگر گمان میکنی کہ عیسیٰ علیہ السلام تا ایں زمانہ در آسمان زندہ است پس ازیں لازم می آید کہ اقرر کنی کہ نصاری ہم تاہنوز بر حق اند نہ از گمراہاں

مرزا صاحب صاف طور پر کہہ رہے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ آسمان پر بھی زندہ ہیں تو پھر اس وقت تک عیسائی بھی نہیں بگڑے ہیں۔ تو کشمیر تو آسمان کے مقابلے میں بہت قریب ہے۔

۱۱۰ء میں یعنی دس سال قبل حضرت عیسیٰ کی مرزائی موت کے، آپ آیت "فلما توفیتنی" کی تفسیر کس طرح کریں گے؟ مرزا صاحب کس طرح کریں گے؟

ملاحظہ کیجئے، مرزا صاحب کی کتاب "ازالہ اوہام" کا صفحہ ۲۲۴:

"اور مسیح ابن مریم کے فوت ہوجانے کے بارہ میں ہمارے پاس اس قدر یقینی اور قطعی ثبوت ہیں کہ ان کے مفصل لکھنے کے لئے اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں پہلے قرآن شریف پر نظر غور ڈالو اور ذرا آنکھ کھول کر دیکھو کہ کیونکر وہ صاف اور بین طور پر عیسیٰ بن مریم کے مرجانے کی خبر دے رہا ہے جس کی ہم کوئی بھی تاویل نہیں کرسکتے۔ مثلاً" یہ جو خدا تعالیٰ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کی طرف سے فرماتا ہے فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم کیا ہم اس جگہ توفی سے نیند مراد لے سکتے ہیں؟ کیا یہ معنی اس جگہ موزوں ہوں گے کہ جب تو نے مجھے سلادیا اور میرے پر نیند غالب کردی تو میرے سونے کے بعد تو ان کا نگہبان تھا؟ ہرگز نہیں بلکہ توفی کے سیدھے اور صاف معنی جو موت ہے وہی اس جگہ چسپاں ہیں۔ لیکن موت سے مراد وہ موت نہیں جو آسمان سے اترنے کے بعد پھر وارد ہو۔ کیونکہ جو سوال ان سے کیا گیا ہے یعنی ان کی امت کا بگڑ جانا اس وقت کی موت سے اس سوال کا کچھ علاقہ نہیں۔ کیا نصاری اب صراط مستقیم پر ہیں؟ کیا یہ سچ نہیں کہ جس امر کے بارے میں خدا تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم سے سوال کیا ہے وہ امر تو خود آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک ہی کمال کو

پہنچ چکا ہے۔"

اب ملاحظہ کیجئے مرزا صاحب کی کتاب "انجام آتھم" کے صفحہ ۳۲۲-۳۲۱ سے اقتباس، جس میں وہ آیت "فلما توفیتنی" کی تفسیر کررہے ہیں۔

٭ فرض جیسا کہ آیت کا مفہوم ہے۔ عیسائیوں میں فساد اور بگاڑ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے بعد ہی شروع ہوگیا تھا۔

٭ کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے بعد بگڑیں گے نہ کہ ان کی زندگی میں۔

٭ اگر حواریوں کا زمانہ بھی ایسا ہوتا کہ اس زمانے میں عیسائی حق پر قائم ہوتے تو خدا تعالیٰ اس آیت میں صرف مسیح کی زندگی کی قید نہ لگاتا، بلکہ حواریوں کی زندگی کی بھی قید لگادیتا۔

سوال :- مرزا صاحب کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کی قید لگائی ہے۔ اللہ کو خوب پتا ہے کہ نگرانی کسے کہتے ہیں اور زندگی کسے کہتے ہیں۔ آپ نے ہمت کیسے کی کہ اللہ تعالیٰ کی لگائی ہوئی زندگی کی قید کو نگرانی کی قید میں بدل دیں؟

آپ نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ حواریوں کے عقائد کے مطابق حضرت عیسیٰؑ مر چکے تھے۔ آپ کا یہ نظریہ سراسر باطل ہے اور مرزا صاحب کی کتابوں کو بالکل رد کرتا ہے کیونکہ مرزا صاحب کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کی قید لگائی گئی ہے نہ کہ حواریوں کی طرف سے۔

کیا اللہ کو پتا نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کشمیر میں زندہ ہیں؟

مرزا صاحب کو بھی اس بڑی غلطی کا احساس ہوگیا تھا۔ اگر وہ خدا کی طرف سے سچے ہوتے تو اپنی غلطی کا برملا اعتراف کرتے اور آیت فلما توفیتنی کی پرانی تفسیر کو رد کرکے از سرنو نئی تفسیر پیش کرتے۔

۱۸۹۷ء میں مرزا صاحب نے ایک کتاب "انجام آتھم" لکھی جس میں انہوں نے لکھا کہ اگر حضرت عیسیٰؑ اس وقت آسمان پر زندہ ہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ عیسائی بھی اب تک نہیں بگڑے۔" "انجام آتھم" میں مرزا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے حضرت عیسیٰؑ فوت ہوئے اور پھر اس کے بعد پولوس نے جاکر حواریوں میں تبلیغ کی۔ مرزا صاحب یہ سارے واقعات آیت فلما توفیتنی کی تفسیر کے لئے پیش کررہے تھے۔ لہٰذا ان سارے واقعات پر ان کا بھی مکمل ایمان ہونا چاہئے۔ ۱۸۹۹ء میں مرزا صاحب نے کتاب "مسیح ہندوستان میں" لکھ کر یہ بات باور کرنے کی کوشش کی کہ حضرت عیسیٰؑ ۱۲۰ سال کی عمر پاکر کشمیر میں فوت ہوئے۔

۱۹۰۲ء میں یعنی "مسیح ہندوستان میں" کے لکھنے کے ۳ سال بعد اور "انجام آتھم" کے لکھنے کے ۵ سال بعد مرزا صاحب نے ایک اور کتاب "کشتی نوح" لکھی جس میں مرزا صاحب نے صفحہ ۸۷ کے حاشیے میں لکھا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ صلیب سے نجات پاکر کشمیر کی طرف چلے آئے تو اس (پولوس) نے ایک جھوٹی خواب کے ذریعے حواریوں میں اپنے تئیں داخل کیا۔

مرزا صاحب نے اپنے خیالات کی روشنی میں آیت فلما توفیتنی کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن آیت فلما توفیتنی نے ان کو غلط ثابت کردیا۔

صفحہ ۳۴۷ "انجام آتھم" میں مرزا صاحب لکھ رہے ہیں کہ:

"او میرے مخالف مولویو! اگر تم میں شک ہو تو آؤ چند روز میری صحبت میں رہو۔ اگر خدا کے نشان نہ دیکھو تو مجھے پکڑو۔ اور جس طرح چاہو تکذیب سے پیش آؤ۔ میں اتمام حجت کرچکا۔ اب جب تک تم اس حجت کو نہ توڑلو۔ تمہارے پاس کوئی جواب نہیں۔ خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی نہیں۔ جو سچا دل لے کر میرے پاس آوے۔ کیا ایک بھی نہیں۔"

صفحہ ۲۸۵ "انجام آتھم" میں مرزا صاحب لکھ رہے ہیں کہ:

"رسالہ عربی کے ختم ہونے کے بعد ایک صاحب نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے کہ آپ کے دعویٰ کی تائید میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کونسے ایسے نشان ظاہر ہوئے ہیں جو ایک طالب حق ان پر غور کرنے سے یہ سمجھ سکے کہ یہ کاروبار انسان کا منصوبہ نہیں بلکہ اس خدا کی طرف سے ہے جو عین وقت پر اسلام کی تائید کے لئے اپنے بندوں کو بھیجتا اور ان کا سچا ہونا اپنے خاص نشانوں کے ذریعہ ثابت کردیتا ہے۔

سو واضح ہو کہ اگرچہ میں نے اس سوال کا جواب کئی مرتبہ اس سے پہلے بھی اپنی کتابوں میں لکھا ہے لیکن اب پھر ان متفرق باتوں کو حق کے طالبوں کے فائدہ کے لئے ایک ہی جگہ جمع کرکے لکھ دیتا ہوں۔ شاید وہ وقت پہنچ گیا ہو کہ لوگ میری باتوں میں غور کریں۔ پس غور سے سنو کہ عقلمندوں اور سوچنے والوں کے لئے میرے دعوے کے ساتھ اس قدر نشان موجود ہیں کہ اگر وہ انصاف سے کام لیں تو ان کے تسلی پانے کے لئے نہایت کافی وشافی ذخیرہ خوارق موجود ہے۔"

مرزا صاحب نے اپنے دلائل کے بارے میں اس قدر اونچے دعوے کئے ہیں کیا ان دعوؤں کے بعد بھی تضاد کی کوئی گنجائش رہتی ہے؟ کشمیر تو کشمیر، مرزا صاحب "انجام آتھم" کے صفحہ ۱۳۵ پر لکھ رہے ہیں کہ اگر یہ بھی گمان کرلیں کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان میں زندہ ہیں تو پس لازما" یہ اقرار کرنا ہوگا کہ عیسائی حق پر قائم ہیں اور گمراہ نہیں ہوئے ہیں۔ "آسمان جدھر کوئی نہیں جاسکتا" جب وہاں پر حضرت عیسیٰؑ کی زندگی قبول نہیں تو پھر کشمیر، جہاں

ہر کوئی جاسکتا ہے وہاں کی زندگی کس طرح قبول کرتے ہو؟

ملاحظہ کیجئے صفحہ ۱۳۵ "انجام آتھم"

پس اگر گمان میکنی کہ عیسی علیہ السلام تاایں زمانہ در آسمان زندہ است پس ازیں لازم می آید کہ اقرار کنی کہ نصاری ہم تاہنوز برحق اند نہ از گمراہاں

آپ کیوں مجھے ہر وقت چیلنج کرتے رہتے ہیں کہ میں آیت فلما توفیتنی کی صحیح تفسیر کروں۔ اگر میں کہوں کہ فلاں شخص (Cardiac Surgeon) نہیں ہے بلکہ وہ ایک قصائی ہے اور سولجر بازار میں گوشت فروخت کرتا ہے تو کیا آپ مجھے یہ چیلنج کریں گے کہ میں اپنے آپ کو (Cardiac Surgeon) ثابت کروں؟ اگر میں ثابت کردوں کہ آپ نے جو مجھے سو کا نوٹ دیا ہے وہ جعلی ہے تو کیا آپ مجھے یہ کہیں گے کہ میں اصلی نوٹ پرنٹ کرکے دکھاؤں؟ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اور جس کے ذریعے چاہے گا آپ کو آیت فلما توفیتنی کی مکمل تفسیر حضرت عیسیٰؑ کی (History) کے ساتھ سمجھادے گا۔ اس وقت کا انتظار کریں اور جلد بازی نہ کریں۔

شمیم بھائی! آپ نے لکھا تھا کہ "اور ہم احمدی ایک لمحے کے لئے بھی یہ تصور باور نہیں کرسکتے کہ مرزا صاحب کے کلمات طیبات میں تضاد ہو۔ انجام آتھم کے صفحہ ۱۳۵ میں مرزا صاحب نے صاف لکھا ہے کہ اگر عیسیٰؑ آسمان پر بھی زندہ ہوں تب بھی دنیا میں شرک کی تخم ریزی نہیں ہوسکتی۔ کشمیر تو آسمان کے مقابلے میں فلسطین سے بہت قریب ہے۔ عیسیٰؑ اگر کشمیر میں زندہ ہوں تو شرک کی تخم ریزی فلسطین میں ہوسکتی ہے؟

شمیم بھائی! جاگو! ہوش میں آؤ! میں بہت دیر سے کھڑا ہوں۔ ایمان کے دودھ کا گلاس لے کر اسے پیؤ اور دین و دنیا میں کامیاب ہوجاؤ۔ (انشاء اللہ)

اخبارِ ختمِ نبوت

روئیداد مناظرہ

حیات عیسیٰ علیہ السلام

مفتی غلام مرتضیٰ شاہکوٹ، شیخوپورہ

۹۱-۹-۴ بمطابق ۲۷-۳-۱۴۱۲ھ یوم الخمیس کو بمقام شرین شکر کو مرزائیوں کی بیٹھک میں مسلمانوں کی طرف سے صدر مناظرہ حضرت مولانا عبداللطیف انور نائب امیر جمعیت علمائے اسلام صوبہ پنجاب اور مرزائیوں کی طرف سے صدر چوہدری خلیل احمد سابق فوجی چک نمبر ۹۰ رڑ کا مقرر ہوئے مفتی غلام مرتضیٰ نے آغاز کرتے ہوئے کہا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۱ میں کہا ہے کہ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کرلیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے انجیل بھی اس کی مصدق ہے اور اسی طرح توضیح المرام صفحہ ۳ پر ہے کہ پہلے ہم صفائی بیان کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں' ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کررہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور پھر کسی زمانے میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبوی میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مرزا کی ان دو کتابوں سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ مرزا کا پہلے یہی عقیدہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اب میں مبلغ ربوہ سے سوال کرتا ہوں کہ اگر حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ قرآن کے خلاف اور کفریہ ہے تو مرزا نے اس حیات مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کو اول درجہ کی صحیح پیش گوئی کیوں قرار دیا اور تواتر کی حد تک اس عقیدہ کا صحیح ہونا اپنی کتابوں میں کیوں لکھا۔ اس کے جواب میں مرزائی مبلغ ربوہ نے بھی ازالہ اوہام صفحہ ۹۱ کی یہ عبارت پیش کی کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ توفی کی معنی سوائے مارنے یا موت کے صحیح نہیں ہوسکتے اس لئے صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اسی طرح کہوں گا جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے کہا فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنے لئے فلما توفیتنی کا لفظ استعمال فرمایا اور ظاہر ہے کہ آنحضرت کی توفی یقیناً" موت سے واقع ہوئی ہے پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کی توفی بھی ضرور موت کے ذریعہ واقع ہوگی۔ مرزائی مبلغ نے کہا کہ اس صحیح بخاری شریف صفحہ ۶۹۳ جلد ۲ کی حدیث سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی بایں وجوہ

یکساں اور ہم رنگ ہے لہٰذا جیسے نبی کریم فوت ہوگئے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہوگئے ہاں مرزا صاحب کا پہلے وہی عقیدہ تھا جو مفتی صاحب نے بیان کیا لیکن بعد میں متواتر وحی کی وجہ سے مرزا صاحب نے اپنے عقیدہ کو بدل دیا۔

مفتی غلام مرتضیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۷ طبع اول کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ تشبیہ میں پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ایک ادنیٰ مماثلت کی وجہ سے بلکہ ایک جزو میں مشارکت کے باعث ایک چیز کا نام دوسری چیز پر اطلاق کردیتے ہیں اسی طرح اس بخاری شریف کی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک قول کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک قول کے ساتھ تشبیہ دی ہے اپنی توفی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی کے ساتھ تشبیہ نہیں دی تاکہ یہ لازم آئے کہ دونوں (نبی کریم ﷺ و عیسیٰ علیہ السلام) کی توفی ایک قسم کی تھی۔ چنانچہ قرآن مجید پارہ ۱۷ سورۃ انبیاء آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے کما بدانا اول خلق نعیدہ ○ وعدا علینا انا کنا فعلین ○ یعنی جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا۔ اسی طرح تم کو دوبارہ پیدا کریں گے پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ماں و باپ کے ذریعہ پیدا کیا تو کیا قیامت کے دن دوبارہ پیدائش بھی اسی طرح ماں و باپ کے ذریعہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری "کتاب التفسیر صفحہ ۶۹۳ جلد ۲" میں باب قولہ تعالیٰ کما بدانا اول خلق نعیدہ باندھا ہے اور اس میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفصیلی روایت لائے ہیں جو کہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس طرح ہم نے اول بار مخلوق کو بلا کسی مادہ اور اصل کے پیدا کیا اسی طرح ہم دوبارہ پیدا کریں گے یہ وعدہ ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے ہم اپنے وعدہ کو ضرور پورا کرنے والا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا قیامت والے دن سب سے پہلے لباس حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو پہنایا جائے گا پھر فرمایا کچھ میری امت کے لوگوں کو بائیں طرف سے پکڑ کر لایا جائے گا پس میں کہوں گا یہ میرے صحابی ہیں پس کہا جائے گا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے دین میں کیا کیا باتیں گھڑلیں پس میں قیامت کے دن اسی طرح کہوں گا جیسے کہ خدا کے نیک بندے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اے پروردگار عالم میں ان کا نگران اور نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا جب آپ نے مجھے اپنے قبضہ میں لے لیا اس وقت آپ ہی نگران اور نگہبان تھے۔ امام بخاری کما بدانا اول خلق نعیدہ باب باندھ کر اس بات کی طرف دقیق اشارہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جیسے قرآن مجید میں ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے اول مرتبہ پیدا کرنے کے ساتھ قیامت کے دن اٹھائے جانے کو تشبیہ دی ہے (حالانکہ اول مرتبہ ماں باپ کے ساتھ پیدا کیا اور قیامت کے دن بغیر ماں باپ کے ذریعہ پیدا کیا جائے گا) اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک قول کو عیسیٰ علیہ السلام کے ایک قول کے ساتھ تشبیہ دی ہے اپنی توفی کو حضرت عیسیٰ السلام کی توفی کے ساتھ تشبیہ نہیں دی تاکہ یہ لازم آئے کہ دونوں کی توفی ایک قسم کی تھی۔ میں مبلغ ربوہ سے سوال کرتا ہوں کہ اگر آپ والا معنی تسلیم کرلیا جائے تو قرآن مجید کی آیت کما بدانا اول خلق نعیدہ کے معنی میں تحریف لازم آئے گی یا نہیں یعنی پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جیسے پہلی مرتبہ مخلوق ماں باپ کے واسطے سے پیدا ہوئی اسی طرح قیامت کے دن بھی ماں باپ کے ذریعہ سے تمام مخلوق کو پیدا کیا جائے کیونکہ یہ لازم باطل ہے لہٰذا آپ کا بخاری شریف کی حدیث کا معنی بھی باطل و غلط ہوا۔ اس کی مزید وضاحت تفسیر ابن کثیر صفحہ نمبر ۲۲۳ جلد نمبر ۲ سے بھی ہوتی ہے ابو واقد لیثی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت مکہ معظمہ سے نکل کر حنین کی طرف گئی نبی کریم ﷺ بھی ساتھ تھے وہاں کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کفار کو دیکھا کہ بیری کے درخت کے پاس بیٹھے ہیں اور اسی بیری کے درخت کے ساتھ اپنے اسلحہ وغیرہ کو لٹکایا ہوا ہے جس کو ذات انماط کہا جاتا تھا پس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت جب اس بڑے سرسبز درخت کے پاس سے گذرے پس بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہمارے لئے ایک ذات انماط بنادیجئے جیسے کہ ان کے لئے ذات انماط ہے پس آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم نے یہ بات ایسی کی جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا اجعل لنا الٰھا کما لھم الھۃ یعنی اے موسیٰ علیہ السلام ہماری عبادت کے لئے ایک بت بنادیجئے جیسے کہ ان کے بت ہیں۔ اب میں مبلغ قادیانی سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس تشبیہ سے کسی کو یہ وہم و گمان ہوسکتا ہے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی بنی اسرائیل کی طرح بت پرستی کی درخواست کی تھی۔ بلکہ یہ تشبیہ محض قول میں تھی یعنی جس طرح بنی اسرائیل نے بت پرستوں کو دیکھ کر یہ کہا تھا اجعل لنا الٰھا کما لھم الھۃ اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مشرکین کے درخت کو دیکھ کر یہ کہا اجعل لنا ذات انواط یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایک قول کو بنی اسرائیل کے ایک قول سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہیں کہ جیسے بنی اسرائیل بچھڑے کی پوجا کرنے لگے تھے اسی طرح نعوذ باللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ذات انواط کو بت سمجھ کر نبی کریم ﷺ سے بت پرستی کی جازت مانگ رہے تھے۔ بہرحال مقصد یہ ہے کہ بخاری شریف کی مشہور حدیث قال قول کما قال

العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم سے صرف یہ ہے کہ جس طرح عیسیٰ السلام رفع جسمانی کی بناء پر اپنی قوم سے جدا ہوگئے اور ان کی قوم نے عیسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں جو گمراہی پھیلائی عیسیٰ علیہ السلام اس سے بری ہیں اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ بھی اپنی وفات کے بعد لوگوں سے جدا ہوگئے آپ کو بھی معلوم نہیں کہ لوگوں نے آپ کی عدم موجودگی میں کیا کیا اس تشبیہ سے یہ سمجھنا کہ نبی کریم ﷺ و عیسیٰ علیہ السلام کی توفی بالکل یکساں تھی عربی زبان سے ناواقفیت کی دلیل ہے اس دلیل سے بھاگ کر مرزائی مبلغ ظفر احمد دوسری دلیل دینا چاہتا تھا کہ صدر مناظرہ مولانا عبداللطیف نے کہا کہ پہلے اس کا جواب پھر آگے تاکہ خلط مبحث نہ ہو مرزائی مبلغ نے کہا کہ میں اس موضوع پر تیار کرکے نہیں آیا تھا لہذا دوسرے موقع پر پھر مناظرہ اسی موضوع پر رکھا جائے۔ اس پر جانبین کی صدروں کے درمیان مباحثہ شروع ہوگیا کہ مبلغ ظفر احمد کھسکنے میں کامیاب ہوگیا صدر مناظرہ مولانا عبداللطیف صاحب نے فرمایا کہ مربی ظفر احمد۔ مفتی صاحب کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکا عوام الناس کے فائدہ کے لئے میں تمہیں ایک بات اصولی بتلاتا ہوں کہ ایک گاؤں کے نمبردار کا انتقال ہوگیا میراثی کا ایک لڑکا اپنی ماں کے پاس آیا کہ امی جان گاؤں کا نمبردار مرگیا ہے اب اس کے بعد نمبردار کون ہوگا ماں نے بتلایا کہ اب اس بیٹا ہوگا اس نے پھر سوال کیا کہ اگر اس کا بھی انتقال ہوگیا پھر نمبردار کا سارا خاندان انتقال کرجائے لیکن تمہیں کوئی نمبردار نہیں بنائے گا اسی طرح سمجھ لو کہ بالفرض اگر عیسیٰ علیہ السلام فوت بھی ہوگئے تو چراغ بی بی کے بیٹے کو کوئی نبی نہیں مان سکتا کیونکہ جس کے متعلق یہ بھی معلوم نہ ہو کہ وہ انسان بھی تھا یا نہیں؟ وہ نبی کیونکر ہوسکتا ہے باقی صدر مرزائی خلیل احمد کو میں دعوت دیتا ہوں کہ مرے جامعہ اشرفیہ شاہ کوٹ میں جب چاہیں تشریف لائیں میں بفضل ایزدی احادیث کی کتب نکال کر ان کی تسلی کرادوں گا اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سب کو دین حق کی طرف راہنمائی فرماویں۔ مولانا عبداللطیف انور مہتمم جامعہ اشرفیہ شاہ کوٹ کی دعا پر مناظرہ کی دوسری نشست اختتام پذیر ہوئی۔

قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے سدباب کے لئے مبلغین ختم نبوت کے کراچی میں خطابات

کراچی (محمد اشرف کھوکھر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر دوم حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ العالی نے کورنگی ساڑھے پانچ کی جامع مسجد مکہ میں گذشتہ جمعہ بعد از نماز عصر تا مغرب ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرمایا آپ نے حکومت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ قادیانیوں کو اسلام' ملک و ملت کے خلاف گھناؤنی سازشوں سے باز رکھتے ہوئے آئین کا پابند بنائے۔

مولانا نذیر احمد تونسوی' مولانا جمال اللہ الحسینی نے طیبہ مسجد میٹرول میں ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے امت مسلمہ کو قادیانیوں کی گھناؤنی سازشوں سے آگاہ کیا اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ تمام امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں خاصہ کائنات محبوب کبریا ﷺ کے بعد جو دعوی نبوت کرے وہ نبی اور رسول نہیں بلکہ فضول ہے۔

علاوہ ازیں مولانا حفیظ الرحمان رحمانی نے مدنی مسجد بلوچ کالونی' مولانا محمد نذر عثمانی نے جامع مسجد مصطفیٰ ماڈل کالونی اور مولانا محمد اشرف کھوکھر نے جامع مسجد طیبہ بفرزون میں حکومت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ رسول آخرین ﷺ کی ختم نبوت کے خلاف قادیانی ڈش انٹینا کے ذریعے امت مسلمہ کی رگوں سے دینی غیرت و حمیت کو مفقود کرنے کے لئے انگریزی نبی قادیان کے دہقان زادے مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کا پرچار کررہے ہیں۔ ارباب اختیار کو چاہئے کہ وہ اسلام' ملک و ملت کے خلاف قادیانیوں کی گھناؤنی سازشوں کا سدباب کرے ورنہ امت مسلمہ بناسپتی متنبی قادیان کی معنوی ذریت سے نمٹنا اچھی طرح جانتی ہے۔

علاوہ ازیں مولانا نذیر احمد تونسوی صاحب' محمد انور رانا اور مولانا محمد اشرف کھوکھر نے دہلی مرکنٹائل کی جامع مسجد ریاض میں کارکنان ختم نبوت کی ایک تربیتی نشست سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نوجوان نسل امت مسلمہ کا سرمایہ ہے' ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ رسول آخرین ﷺ کے ناموس کا تحفظ کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور دارین کی فوز وفلاح کو سمیٹ لیں۔

صدمہ

مولانا محمد احمد مجاہد ناظم عالی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لاہور کے بہنوئی حکیم محمد اکرم صاحب چوک سرور شہید تحصیل کوٹ ادو ضلع لیہ میں انتقال کرگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم بہت نیک اور بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین ہم سب مولانا کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ⑥ نئی مطبوعات

مکمل سیٹ منگوانے پر
خصوصی رعایت

تحریکِ ختم نبوت ۱۹۷۴ء جلد سوم

۹۰۰ صفحات

تالیف : مولانا اللہ وسایا صاحب

○ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء آغاز تحریک سے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء اختتام تحریک لمحہ بلمحہ کی مکمل تحقیقی رپورٹ ○ سانحہ ربوہ کی وجہ سے ملک گیر تحریک کی ہر شہر و قصبہ کی رپورٹیں ○ اہم شخصیات کے انٹرویوز ○ اخبارات وجرائد کی تمام خبریں، اداریے، رپورٹیں ○ تاریخی اشتہارات، نظمیں ○ کتاب کا مکمل اشاریہ

کمپیوٹر کتابت، عمدہ طباعت، سفید کاغذ، چار رنگا سرورق مجلد قیمت ۲۰۰/-

قومی تاریخی دستاویز (اردو)

قومی اسمبلی میں قادیانی مقدمہ کی مکمل کارروائی

مرزا ناصر وصدر الدین۔ قادیانی ولاہوری دونوں گروپوں کے مرزائی سربراہوں پر ۱۹۷۴ء کی قومی اسمبلی میں ۱۳ دن جرح ہوئی جس کی مکمل تفصیلات (سوالاً وجواباً) اس میں شامل ہیں اس تحریر کو پڑھنے سے آپ کو محسوس ہوگا کہ براہ راست قومی اسمبلی کی کارروائی دیکھ رہے ہیں۔

کمپیوٹر کتابت، عمدہ طباعت، سفید کاغذ مجلد چار رنگا ٹائیٹل لیمینیشن، صفحات ۳۰۰ سے زائد قیمت ۱۵۰/- روپے

قادیانی عقائد کا انسائیکلوپیڈیا
قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ

جدید ایڈیشن

از: پروفیسر محمد الیاس برنی۔ ایم اے، ایل ایل بی

کمپیوٹر کتابت پہلی بار۔ نئے حوالہ جات۔ اغلاط سے مبرا۔ سفید کاغذ بہترین طباعت۔ مضبوط وعمدہ جلد۔ چار رنگا ٹائیٹل۔ ایک تاریخی علمی دستاویز جس میں قادیانی تحریک کے عقائد و عزائم، مکمل تاریخ، قادیانیوں مذہبی سیاسی قلابازیوں کی مکمل تفصیلات جس نے قادیانی تحریک کے چہرہ سے پردہ چاک کر دیا۔ صفحات ۱۱۶۴

قیمت ۳۰۰/- روپے

مرزا قادیانی کی مستند سوانح حیات
رئیسِ قادیان

مولانا ابو القاسم رفیق دلاوری کے قلم سے

پہلی بار کمپیوٹر کتابت سے آراستہ وپیراستہ۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا خاندان اور مرزا جی کی پیدائش سے وفات تک اچھوتی وعمدہ تاریخی حقائق پر مشتمل مکمل سوانح۔ مرزا جی کے قول وعمل سے مزین علمی وتاریخی دستاویز۔ عمدہ کاغذ بہترین طباعت مضبوط جلد۔ چار رنگا ٹائیٹل صفحات ۶۷۶

قیمت ۱۵۰/- روپے

احتسابِ قادیانیت

از قلم: مناظرِ اسلام مولانا لال حسین اختر

حضرت مناظرِ اسلام کے ردِ قادیانیت پر تمام رسائل کا مجموعہ

جدید حوالہ جات کا اضافہ۔ نئی کمپیوٹر کتابت بہترین کاغذ۔ عمدہ طباعت۔ مضبوط جلد۔ رنگین ٹائیٹل۔

صفحات ۳۰۰ قیمت ۱۰۰/- روپے

کاغذ، طباعت مثالی۔ بہترین کمپیوٹر کتابت

تحفۂ قادیانیت (جلد دوم)

تالیف

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

یہ جلد حضرت مصنف مدظلہ کے ۹ مقالات کا مجموعہ ہے۔ تاریخی، مذہبی، سیاسی مباحث پر مشتمل عمدہ علمی دستاویز ہے۔ درج ذیل عنوانات پر مقالات ہیں:

○ دار العلوم دیوبند اور مسئلہ ختم نبوت ○ مسئلہ ختم نبوت اور مولانا نانوتوی ○ معرکہ قادیان ولاہور ○ ظلی نبوت کا تار عنکبوت ○ پیام اقبال اور فتنہ قادیانیت ○ مرزا طاہر کے جرمنی کے چیلنج کا جواب ○ ربوہ سے تل ابیب تک ○ ربوہ سے تل ابیب تک کے جواب کا جواب الجواب ○ مرزا قادیانی کے وجوہ ارتداد (سپریم کورٹ جنوبی افریقہ میں تحریری بیان) ——— فتنہ قادیانیت کو سمجھنے کے لئے بہترین کتاب۔

مضبوط جلد۔ چار رنگا ٹائیٹل۔ صفحات ۴۰۰ سے زائد قیمت ۱۵۰/-

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان ● مکمل سیٹ پر چالیس فیصد رعایت ● وی پی نہ ہوگی ● پوری رقم کا پیشگی آنا ضروری ہے

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (الحدیث)

رِبوہ کے تعلیمی اداروں کی قادیانیوں کو واپسی کے خلاف یکم نومبر۱۹۹۶ء بروز جمعہ

یومِ احتجاج

○ ربوہ کے تعلیمی اداروں کی قادیانیوں کو واپس کرنے کی حکمانہ کارروائی تیزی سے مکمل کی جارہی ہے جبکہ ابھی تک ملک بھر میں ایک ادارہ واپس نہیں ہوا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حکومت نے یہ فیصلہ صرف قادیانیوں کے مفادات کو فائدہ پہنچانے کے لئے کیا ہے۔

جبکہ

○ اگر قادیانیوں کو ربوہ کی تعلیمی ادارے واپس کئے گئے تو ربوہ میں مسلمانوں اور حکومت کا کوئی تعلیمی ادارہ نہ ہونے کے باعث ربوہ اور گردونواح کے مسلمان قادیانی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہوں گے اور جناب ذوالفقار علی بھٹو کا ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کا فیصلہ اس کی بیٹی بے نظیر بھٹو کے ہاتھوں کالعدم ہوجائے گا اور پھر دوبارہ ربوہ میں قادیانی اجارہ داری قائم ہوجائے گی۔

○ قادیانی ان اداروں میں قادیانیت کی تعلیم دیں گے جیسا کہ قادیانیوں کا ماضی گواہ ہے اس سے علاقہ کے مسلمان طلباء ارتداد کی لپیٹ میں آجائیں گے حالانکہ قانوناً" قادیانی تبلیغ نہیں کرسکتے' اس سے قانون کی صریحاً" خلاف ورزی ہوگی۔

○ ان اداروں کے نام میں "اسلام" کا لفظ شامل ہے جیسے "تعلیم الاسلام ہائی اسکول" یا "تعلیم الاسلام کالج" اگر یہ ادارے واپس کئے گئے تو صریحاً" آئین پاکستان کی خلاف ورزی ہوگی اس لئے کہ قانوناً" قادیانی مذہب کو اسلام کے نام موسوم نہیں کرسکتے۔

○ جب بھٹو حکومت نے ان اداروں کو قومی تحویل میں لیا تو اس وقت سے تاحال تعمیرو مرمت' جدید تعمیرات تنخواہوں اور دیگر گرانٹس پر اربوں روپے حکومت خرچ کرچکی ہے "گویا ان اربوں روپے خرچ کرنے کے بعد قادیانیوں کو ان اداروں کی واپسی صریحاً" اسلامیان پاکستان کے ساتھ زیادتی ہے۔

○ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں گورنمنٹ نے مسلمانوں کے لئے عظیم الشان مسجد تعمیر کی تعلیم الاسلام میں مسلمانوں نے امداد باہمی کے طور پر لاکھوں روپے خرچ کرکے مسجد تعمیر کی جس میں ایک پیسہ بھی قادیانیوں کا شامل نہیں اگر ان اداروں کو حکومت نے واپس کیا تو کیا مساجد بھی قادیانیوں کو دے دی جائیں گی؟ ایسا کرنا صریحاً" قانون کی خلاف ورزی ہے اس لئے کہ قادیانی اپنی عبادت گاہوں کو مساجد کے نام سے موسوم نہیں کرسکتے اگر وہ مساجد مسلمانوں کے پاس رہنے نہ دی گئیں تو پھر قادیانی اداروں میں مسلمانوں کی مساجد سے ہر وقت فتنہ فساد اور لاء اینڈ آرڈر کا احتمال ہوگا' کیا حکومت ادارے واپس کرکے خود فتنہ و فساد کی بنیاد فراہم کرنا چاہتی ہے؟ یہ صریحاً" ملک و ملت کے ساتھ غداری ہے۔

○ اس فیصلہ سے جہاں ہزارہا مسلمان طلباء و طالبات قادیانی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہوں گے یا زیور تعلیم سے محروم ہوجائیں گے وہاں ان مسلم اساتذہ و اسٹاف کا کیا بنے گا؟ کیا انہیں بھی حکومت جان بوجھ کر قادیانیت کی گود میں دھکیلنا چاہتی ہے؟

○ قانونی اور اسلامی نقطہ نظر سے ربوہ کے تعلیمی ادارے قادیانیوں کو واپس کرنے کا جواز قطعاً" نہیں ہے۔

ان حالات میں ← آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان میں شامل تمام مکاتب فکر کی دینی جماعتوں نے فیصلہ کیا ہے کہ یکم نومبر۱۹۹۶ء کو ملک بھر کی تمام مساجد میں ان مطالبات کے حق میں یوم احتجاج منایا جائے گا اور تمام خطباء حضرات اپنے خطبات جمعہ میں اس پر صدائے احتجاج بلند کریں گے اگر حکومت نے اس فیصلہ کو واپس نہ لیا تو مسلمان اس پر سخت مزاحمت کریں گے۔

منجانب :۔ آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان